IslamHouse.com
مرکز أصول
Osoul Center
www.osoulcenter.com
Rabwah

URDU
اردو

دین رحمت کی چند جھلکیاں

إعداد
مرکز أصول

ترجمہ وتخریج
ابواسعد قطب محمد اثري

تصحیح و تقدیم
د/عبدالرحمن بن عبدالجبار الفریوائی
استاذ حدیث جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض

من معالم الرحمــة

إعداد
مركز أصول

ترجمه وتخريج
ابواسعد قطب محمد اثري

تصحيح وتقديم
د/عبدالرحمن بن عبدالجبار الفريوائی
استاذ حديث جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلاميه

URDU
اردو

ⓒ **المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالربوة، ١٤٤١هـ**

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

مركز أصول للمحتوى الدعوي

من معالم الرحمة: اللغة الأردية . / مركز أصول للمحتوى الدعوي؛ قطب محمد الأثرى. -

الرياض، ١٤٤١هـ

٢١٢ ص، ١٤ سم x ٢١ سم

ردمك : ٤-٢٥-٨٢٩٧-٦٠٣-٩٧٨

١- الرحمة أ. الأثرى، قطب محمد (مترجم) ب. العنوان

ديوي ٢١٢،٢ ١٤٤١/٥٥٥٤

رقم الايداع: ١٤٤١/٥٥٥٤

ردمك : ٤-٢٥-٨٢٩٧-٦٠٣-٩٧٨

مركز أصول
Osoul Center
www.osoulcenter.com

أُعد هذا الكتاب وصمِّم من قبل مركز أصول، وجميع الصور المستخدمة في التصميم يملك المركز حقوقها، وإن مركز أصول يتيح لكل مسلم طباعة الكتاب ونشره بأي وسيلة، بشرط الالتزام بالإشارة إلى المصدر، وعدم التغيير في النص، وفي حالة الطباعة يوصي المركز بالالتزام بمعاييره في جودة الطباعة.

+966 11 445 4900
+966 11 497 0126
P.O.BOX 29465 Riyadh 11457
osoul@rabwah.sa
www.osoulcenter.com

بسم الله الرحمن الرحيم

تقریظ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم، أما بعد:

زیر نظر کتاب "دین رحمت کی چند جھلکیاں" اسلام کے چند اہم نشانات ومعالم سے متعلق ایک مفید کتاب ہے، اسلام دین رحمت ہے ، اور اس کے رسول محمد ﷺ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے، سارے جہان کے لیے رحمت ہیں:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ﴾ [الأنبياء: ١٠٧]

"اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے"۔

اور اللہ رب العزت رحمن ورحیم ہے ، اور مخلوقات پر اس کی رحمت ومہربانی کاعالم یہ ہے کہ اس نے رحمت کے سو حصوں میں سے (۹۹) کو اپنے پاس باقی رکھا اورساری مخلوق کے لیے صرف ایک رحمت نازل کی، اورجس سے اپنے اپنے حصہ کے بقدر توفیق الٰہی سے انسان اور حیوان سب ایک دوسرے پر مہرومحبت اور رحمت وشفقت کامعاملہ کرتے ہیں۔

رحمت ومہربانی کی عظمت اور اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام رحمن ورحیم رکھا، یعنی اس کی رحمت سب کے لیے صلائے عام ہے، اور آخرت میں اہل ایمان اس کی رحمت کے زیادہ مستحق ہوں گے، قرآن مجید کی سب سے عظیم اور پہلی صورت سورہ فاتحہ ہے، جس کی ابتداء "بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین ،الرحمن الرحیم" سے ہے ،اور قرآن کی ہر سورت سے پہلے "بسم اللہ "کے ذکر سے بھی اس کی اہمیت ظاہر ہے، اہل اسلام بھی اپنے کاموں کی ابتداء "بسم اللہ "ہی کرتے ہیں، پتہ چلا کہ اللہ رب العزت خود رحمن ورحیم اور ارحم الراحمین ہے، اور اور اس کا آخری رسول رحمت للعالمین بناکر دنیا والوں کے لیے بھیجا گیا، اور وہ دین اسلام جس کا اتمام اور اس کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پر فرمائی، اس دین کی اہم بنیادی تعلیمات میں خلق کے ساتھ رحمت وشفقت اور مہربانی کا دوردورہ ہے، کتاب وسنت کے نصوص میں اس اصول کی بڑی تفصیل موجود ہے۔اس کتاب کے مطالعہ سے اللہ ارحم الراحمین کی رحمت ومہربانی کی جہاں ایک طرف وسعت بے کراں کا اندازہ ہوگا، وہیں نبی پاک رحمۃ العالمین کی امت اور ساری مخلوق پر رحمت ومہربانی کے دلائل اور مناظر بھی سامنے آئیں گے ،یہ امت امت رحمت وامت مرحومہ ہے،اور اس کا تانابانا عدل وانصاف اور رحمت وفضل ہے۔

مسلمانوں کے سارے عہد میں اور ان کے معاشروں میں اس رحمت وعدل کی بہاروں سے انسانیت ہی نے نہیں بلکہ حیوانوں نے بھی

ہمیشہ فائدہ اٹھایاہے ، اور ہر طرح کے اخلاقی زوال اور ظلم وجہالت کی حکمرانی کے باوجود مسلمانوں میں رحمت وشفقت کی قدر کی بڑی اہمیت رہی ہے ، اس کتاب میں اختصار کے ساتھ دین کی تبلیغ میں رحمت وشفقت کے جلوؤں کا ذکر ہے، اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ دین ساری انسانیت کے لیے رحمت ہے ، اور سماجی مہر ومحبت کے ساتھ ساتھ مخالفین سے رحم دلانہ سلوک وبرتاؤ کی تفصیل بھی دی گئی ہے ، ساتھ ہی مجرمین اور سزایافتہ لوگوں پر شرعی حدود کے نفاذ میں رحمت وشفقت کی تعلیم کو اجاگر کیا گیاہے ، اور آخر میں اسلام میں حیوانات کے ساتھ رحمت وشفقت کے سلوک کاتذکرہ ہے، خلاصہ یہ کہ دین رحمت کے ان سات نشانات اور معالم کے تعارف پر مشتمل اس کتاب کی اور اس موضوع پر دوسری کتابوں کی جہاں یکساں اہمیت ہے ، عصر حاضر میں مسلم معاشرہ کے ساتھ ساتھ دوسرے معاشروں میں اسلام کے حقیقی تعارف کے لیے اس کتاب کی اہمیت وضرورت مزید بڑھ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ،مولف کتاب ، اس کے مترجم برادرم ابواسعد قطب محمد الأثری اور مکتب الجالیات کے سارے ذمہ داران کو اس کا اجر جزیل دے، اور ہم سب کو مزید اپنے دین کے سیکھنے، اس کے تعارف اور اس پر عمل کرنے توفیق دے ، آمین ۔

د/ عبدالرحمن بن عبدالجبار الفریوائی

استاذ حدیث جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض

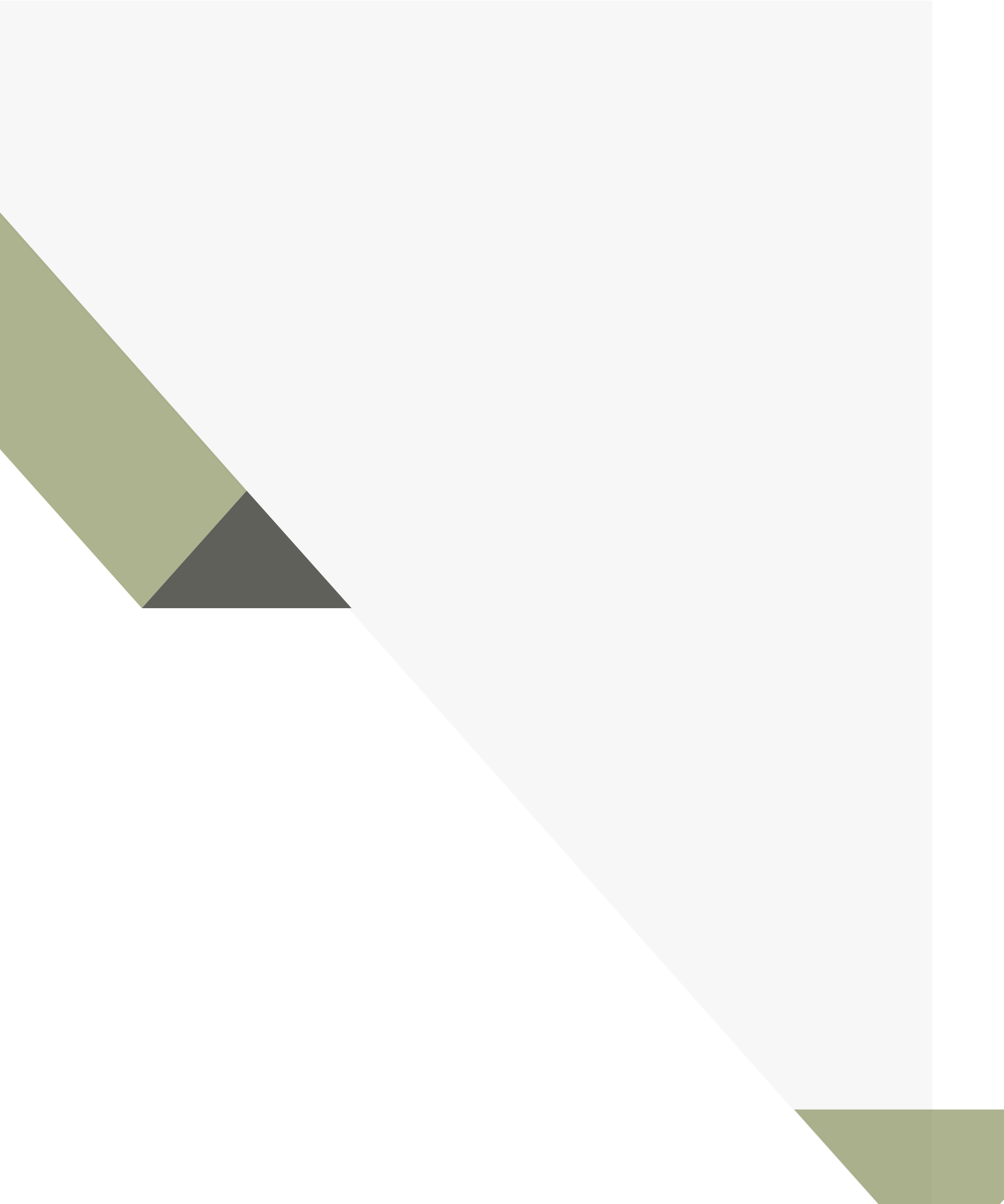

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء وخاتم المرسلين.. وبعد:

قرآن وحدیث کے نصوص میں غور وفکر کرنے والے شخص کو یہ ضرور ملے گا کہ رحمت وشفقت اورمہربانی اہل ایمان کی خوبیوں میں سے ایک عظیم خوبی ہے جس کی وہ پابندی کرتے ہیں، اورایک دوسرے کو وصیت وتلقین بھی کرتے ہیں، جیساکہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَن يَرۡتَدَّ مِنكُمۡ عَن دِينِهِۦ فَسَوۡفَ يَأۡتِي ٱللَّهُ بِقَوۡمٖ يُحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلۡكَٰفِرِينَ يُجَٰهِدُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوۡمَةَ لَآئِمٖۚ ذَٰلِكَ فَضۡلُ ٱللَّهِ يُؤۡتِيهِ مَن يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴾ [المائدة: ٥٤]

"اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالی بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی، وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہیں کریں گے، یہ ہے اللہ تعالی کا فضل جسے چاہے دے، اللہ تعالی بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے"۔

نیز اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾

[الفتح: ٢٩]

"محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں"۔

ایک اور مقام پر اللہ سبحانہ تعالی نے فرمایا:

﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْمَرْحَمَةِ﴾ [البلد: ١٧]

"پھر ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لاتا اور ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں"۔

واضح رہے کہ ایمان اوررحمت وشفقت اورمہربانی ایک دوسرے کو لازم وملزوم امر ہیں، اسی وجہ سے امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بڑے شفقت ومروت والے ہی سب سے کامل مومن ہوتے ہیں۔ [إغاثة اللهفان ٢/٢٥٠]

تمام مخلوقات میں رحمت وشفقت اورمہربانی کی نشرواشاعت شریعت اسلامیہ کے مقاصد میں سے ایک اہم اور عظیم مقصد ہے، اور اس دین کی ساری تعلیمات بہترین اور مکمل صورت جلوہ افروز ہے، امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا: فی الواقع شریعت اسلامیہ کی عمارت اور اس کی اساس عدل وانصاف اورسارے بندوں کے دنیوی اوراخروی مصالح اورمفادات ہیں، یہ

سراپاعدل وانصاف، سراپارحمت وشفقت اورمہربانی ہے،سراپا مصالح اور مفادات سے عبارت ہے ، اور سراپاحکمت ہے،چنانچہ ہر مسئلہ جو دائرۂ عدل وانصاف سے نکل کر جور وظلم کی راہ لے، اورہرمحبت اور مہربانی سے نکل کر سنگ دلی اوربے رحمی کے راستے پر آجائے، اورمصالح ومفادات مفاسد اور نقصانات میں تبدیل ہو جائیں، حکمت کارعبث ہوجائے، تو پھر ان چیز وں کا شریعت سے تعلق نہیں ہے چاہے تاویل سے یہ ان میں داخل ہوجائیں،بلکہ بندوں کے درمیان اللہ کا عدل وانصاف، مخلوق کے درمیان اس کی رحمت و شفقت اور مہربانی، روئے زمین پر اس کا سایہ، اوراس کی ذات پردلالت کرنے والی حکمت،اور اس کے رسول کی صداقت پریہ شریعت بھرپور طور پراور سب سے سچی دلیل ہے۔ [إعلام الموقعین: ۱۴/۳]

شیخ عبد الرحمن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسلامی شریعت اپنے اصول وفروع ، اور حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کے حکم میں سراپا رحمت وشفقت پر مبنی ہے ،کیوں کہ اللہ تعالی کسی بھی نفس کو اس کی وسعت وطاقت بھر ہی مکلف کرتا ہے ...۔

معاملات،میاں بیوی کے حقوق، ماں باپ اوررشتہ داروں کے حقوق جن کو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایاہے،جب آپ ان میں غور وفکر کریں گےتو اس نتیجہ تک پہنچیں گے کہ یہ سارے احکام شروع سے آخرت تک خیر وبرکت ہیں، مزید فرماتے ہیں: یہ شریعت اپنی رحمت ومہربانی اوراپنے عدل وانصاف کی گود میں دشمن اوردوست سب کے لیے صلائے عام ہے،

اور اس کے مضبوط قلعہ میں اللہ کی توفیق سے سرشار اور ہدایت یافتہ ہر آدمی پناہ لیتا ہے۔ [الریاض الناضرۃ: ۱/ ۴۰۶-۴۰۸]

دور حاضر میں رحمت ومہربانی کے آداب ،اور معاشرے میں باہمی رحم دلی کی نشر واشاعت کے ہم سب کتنے زیادہ محتاج ہیں کہ رحمت ومہربانی سے لبریز دل سکون واطمینان، اور پیار ومحبت عطا کرتے ہیں۔ اور باہمی اتحاد، الفت ومحبت اور باہمی کفالت کا ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیتے ہیں جن پر باہمی میل جول، دوستی وصداقت اور محبت کی حکمرانی ہوتی ہے، اسی طرح بے رحم اور سخت دل سماج کو پاش پاش کر دیتے ہیں اور اس کے ستونوں کو ہلادیتے ہیں،لوگوں کے حقوق پر حملے، اور ظلم وزیادتی کو بڑھاوا دیتے ہیں، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلاَّ مِنْ شَقِيٍّ». [أبو داود: ٤٩٤٢، الترمذي: ١٩٢٣ (حسن)]

شفقت ومہربانی صرف بدبخت ہی سے چھینی جاتی ہے۔

میرا خیال ہے کہ مختلف اور متعدد اقسام اور درجات کی سماجی خرابیاں دلوں میں شفقت ومہربانی کے کمزور ہوجانے کی وجہ سے رو نما ہوتی ہیں، بے رحمی اور سخت دلی سے تطہیر سے قطع نظر اس کا جو بھی علاج ہے وہ بالکل بے قیمت کمزاور علاج ہے۔

فضائل اخلاق، عمدہ ونفیس آداب وثقافت پر انسان کی تربیت، انسان اور اس کے احساسات کے ساتھ باوقار اور بلندی وارتقاء کے منازل طے کرتی ہے، ایسی بے لگام مادیت کے مقابلے اور اس کے

سد باب کے لئے جو دلوں میں فساد بپا کرے، بغض و کینہ سے سینوں کو آگ بگولے کرے، اور سماج کو خود پسندی، اور ذاتی فوائد کو مقدم کرنے کا پیش خیمہ بنا دے، تو اس وقت تربیت ہماری تمام ذمہ داریوں میں اہم ترین ذمہ داری ہو جاتی ہے۔

شفقت ورقت کے باہمی وصیت کے نقطۂ آغاز کو حقیقت کا جامہ پہنانے کے لئے رحم وشفقت کی چند جھلکیاں جس کا حکم اسلام میں جگہ بجگہ موجود ہے ہم اپنے معزز قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، اور اللہ سے یہ دعا کر رہے ہیں کہ ہمیں رحم شفقت کی دولت سے مالا مال فرما دے اور میرے نصیب وحصہ میں اس کا بڑا حصہ موجزن کر دے۔

اللہ کی توفیق اور اس کی مدد سے اس مختصر رسالہ میں میری گفتگو کا محورچھ جھلکیاں ہیں:

۱- دعوت دین میں رحم وشفقت کا مقام

۲- تمام لوگوں کے ساتھ رحم وشفقت

۳- معاشرتی وسماجی رحم وشفقت

۴- خاندانی رحم وشفقت

۵- مخالفین کے ساتھ رحم وشفقت

۶- نافرمانوں (مجرموں) پر اقامت حدود میں رحم وشفقت

۷- جانوروں کے ساتھ رحم وشفقت

اے اللہ! اپنی رحمت سے ہم پر مہربانی فرما، اور اپنے حفظ وامان سے ہماری حفاظت فرما، اور اپنی نگرانی سے ہمیں اپنے امان وپناہ میں رکھ۔

وصلى الله على محمد وآله وصحبه أجمعين

أحمد بن عبد الرحمن الصويان

alsowayan@albayan.co.ak

دین رحمت کی پہلی جھلک

دعوت دین میں
رحمت وشفقت اورمہربانی

اللہ ﷻ کی نعمت ہی کے نتیجے میں دین اسلام اپنے جملہ احکام، تمام تر تعلیمات اور پورے آداب واخلاق کے ساتھ مخزن رحم وشفقت ہے، اور نبی کریم ﷺ کی بعثت بھی اسی شفقت ومروت کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہوئی، جیساکہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ﴾ [الأنبياء: ١٠٧]

”اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے“۔

ایک دوسری جگہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

﴿لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٞ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَءُوفٞ رَّحِيمٞ﴾ [التوبة: ١٢٨]

”تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں“۔

اللہ تعالی نے ایک مقام پر یوں فرمایا:

﴿وَمِنۡهُمُ ٱلَّذِينَ يُؤۡذُونَ ٱلنَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٞۚ قُلۡ أُذُنُ

﴿خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ﴾ [التوبة: ٦١]

”ان میں سے وہ بھی ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کان کا کچا ہے، آپ کہہ دیجئے کہ وہ کان تمہارے بھلے کے لئے ہے، وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور تم میں سے جو اہل ایمان ہیں یہ ان کے لئے رحمت ہے“۔

رسول اللہ ﷺ نے اس رحم وشفقت کے معنی کی مزید تاکید اپنے اس قول سے فرمائی: «إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ». [طبقات لابن سعد ١/١٩٢، الصحيحة: ٤٩٠، (صحيح)] ”بے شک میں سراسر ہدایت یافتہ رحمت ہی رحمت ہوں“۔

ایک دوسری حدیث میں یوں مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ». [مسلم: ٢٣٥٥] ”میں رحمت وشفقت والا نبی ہوں“۔

دعوتی میدان میں رسول مکرم ﷺ کی ہدایت ورہنمائی کی خوبی اللہ نے یوں بیان کیا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران: ١٥٩]

”اللہ تعالی کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں، اور اگر

آپ بد زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے رسول ﷺ کو سارے جہان کے لئے ہدایت ورحمت بنا کر مبعوث فرمایا، جیسا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو علم وہدایت اور قاطع وواضح عقلی وسمعی دلیلوں سے نواز کر لوگوں کی طرف بھیجا، اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک، بلا عوض ان پر شفقت ومروت کرنے والا، اور ان کی اذیت اور تکلیف پر صبر وتحمل کرنے والا بنا کر مبعوث کیا، اللہ نے آپ کو علم، کرم، اور حلم وبردباری دے کر بھیجا، آپ کو علم والا، ہدایت ورہنمائی والا، کریم وروا دار، حسن سلوک کرنے والا، حلم وبردباری اور عفو ودرگذر سے کام لینے والا بنا کر بھیجا۔[مجموع الفتاوی: ١٦/٣١٣]

استاد سید قطب رحمہ اللہ کچھ یوں گویا ہیں: لوگوں کو نہایت شفقت بھرا پہلو، بلند وبرتر مہربانی، فراخ ہنس مکھ چہرے، سب کے دلوں میں گھر کرنے والی محبت، لوگوں کی نادانی، اور ان کی کمزوری وکوتاہی سے تنگ نہ ہونے والی حلم وبردباری کی شدید ضرورت تھی...۔مزید برآں فرمایا: یوں تھا آپ ﷺ کا دل، لوگوں کے ساتھ ایسی ہی تھی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ، اپنی ذات کے لئے آپ کبھی غضبناک نہ ہوئے، لوگوں کی بشری کمزوریوں سے کبھی آپ کا سینہ تنگ نہ ہوا، اغراض زندگی کی کوئی چیز اپنی ذات کے لئے اکٹھا وجمع کرکے نہیں رکھا، جود وکرم اور سخاوت وفیاضی کا عالم یہ تھا کہ

آپ کے پاس جو کچھ ہوتا لوگوں کو نواز دیتے، آپ کی بردباری، بر واحسان، لطف وکرم، الفت ومحبت ہر کس وناکس کے ساتھ یکساں ہوتی، جو بھی آپ کے ساتھ رہتا یا دیکھ لیتا تو آپ کی محبت سے اس کا دل لبریز ہو جاتا، یہ سب عظیم کشادہ دل کے جود وسخا کا نتیجہ تھا۔

آپ ﷺ کی سیرت شفقت ومروت سے ایسی معمور تھی کہ جس نے دلوں کو چار چاند لگا دیا، نفسوں کو حیات جاویدانی بخشی، اور دیہاتی کا واقعہ جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا، اور اس نوجوان کا واقعہ جس نے زنا کی اجازت چاہی اسی پر غماز ہے، ان دونوں جیسی واضح اور صریح دلیلیں سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔

غور کریں رحم وکرم اور ہدایت ورہنمائی سے سرشار نبی کریم ﷺ جب اپنے اصحاب کو یہ تعلیم دیتے ہیں اور اس کی وضاحت اپنے اس فرمان سے یوں فرماتے ہیں: «إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ، فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ، فَلاَ يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلاَ يَسْتَدْبِرْهَا». [أبوداود: ٨، نسائي: ٤٠، ابن ماجه: ٣١٢، مسند أحمد: ٢/٣١٢، ٢٤٧، ٢٥٠، (حسن)]

”(لوگو!) میں تمہارے لئے والد کے درجے میں ہوں، تم کو ہر چیز سکھاتا ہوں، تو جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے جائے تو قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کر کے نہ بیٹھے“۔

لوگوں نے آپ ﷺ کے اخلاق وکردار میں اسی شفقت ومروت کو بہت قریب سے دیکھا، اس کی زندہ مثال مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ہے، فرماتے ہیں: ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے -اور ہم سب ہم عمر نو جوان تھے- اور بیس روز تک آپ کے پاس قیام کیا، اسی دوران آپ ﷺ نے ہم سب کے بارے میں یہ گمان کیا کہ ہم سب اپنے اہل کی خواہش محسوس کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے ہم سبھوں سے ہمارے اہل وعیال کے بارے میں دریافت کیا، ہم لوگوں نے آپ ﷺ کو اس سے مطلع کیا، آپ ﷺ بڑے نرم و مشفق تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ، فَعَلِّمُوهُمْ». [بخاري في الأدب المفرد: ٦٠٠٨، مسلم: ٦٧٤] "اپنے اہل وعیال کے پاس واپس جاؤ، اور انہیں تعلیم دو"۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کو کچھ اس سنہرے انداز میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: «كَانَ رَحِيمًا، وَكَانَ لاَ يَأْتِيهِ أَحَدٌ إِلاَّ وَعَدَهُ، وَأَنْجَزَ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ». [بخاري في الأدب المفرد: ٢٧٨، الصحيحة: ٢٠٩٤] "آپ ﷺ بڑے مہربان تھے، آپ ہر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے شخص سے وعدہ کرتے، اور اگر وہ چیز آپ کے پاس ہوتی تو اسے نواز کر بھیجتے"۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں کچھ اس طرح مذکور ہے، فرماتے ہیں: «وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَحِيمًا رَقِيقًا». [مسلم: ١٦٤١] "آپ ﷺ بڑی نرمی اور شفقت ومروت والے تھے"۔

نبی کریم ﷺ کے لطف وکرم اور مروت ومہربانی کی ایک جھلک

ابو مسعود رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں: «أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَكَلَّمَهُ، فَجَعَلَ تَرْعَدُ فَرَائِصُهُ، فَقَالَ لَهُ: هَوِّنْ عَلَيْكَ، فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ، إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ». [ابن ماجه: ۳۳۱۲، (صحيح)] ”نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا، آپ نے اس سے گفتگو کی، تو (خوف کی وجہ سے) اس کے مونڈھے کانپنے لگے، آپ ﷺ نے اس سے کہا: ڈرو مت، اطمینان رکھو، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، میں تو ایک ایسی خاتون کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی“۔

آپ ﷺ کی کمال مروت کی ایک سنہری جھلک کا اندازہ یوں لگائیے کہ آپ ﷺ لوگوں پر شفقت کھاتے ہوئے اپنی نماز میں تخفیف فرما دیتے، جیسا کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آپ کا یہ فرمان: «إِنِّي لأَقُومُ فِي الصَّلاَةِ، أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلاَتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ يَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ». [بخاري: ۷۰۷، مسلم: ٤٧٠] ”میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں، اور میں چاہتا ہوں کہ اسے لمبی کروں، پھر بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں، تو اسے مختصر کر دیتا ہوں اس اندیشے سے کہ میں اس کی ماں کو مشقت میں نہ ڈال دوں“۔

ایک دوسری حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ، وَالسَّقِيمَ، وَذَا الْحَاجَةِ». [بخاري: ۷۰۵، مسلم: ٤٦٧] ”جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے، تو ہلکی پڑھائے، کیوں کہ (جماعت میں) کمزور، بیمار اور حاجت مند لوگ بھی ہوتے ہیں“۔

امت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی شفقت ومحبت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپ سہولت وآسانی کو اختیار فرماتے، جیسا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «مَا خُيِّرَ رَسُولُ الله ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلاَّ أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا، كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ». [بخاري: ٣٥٦٠، ومسلم: ٢٣٢٧]

"رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ وہی کام اختیار فرماتے جو آسان ہوتا، جب تک کہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا، اگر گناہ کا کام ہوتا تو آپ ﷺ سب سے بڑھ کر اس سے دور رہتے"۔

آپ ﷺ نے اپنی ذات کا وصف کچھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

«إِنَّ الله لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا وَلاَ مُتَعَنِّتًا، وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا». [مسلم: ١٤٧٨] "اللہ نے مجھے سختی وعاجز کرنے والا اور نہ ہی لوگوں کو تکلیف وغم پہونچانے والا بنا کر مبعوث کیا ہے، بلکہ مجھے تعلیم دینے والا اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے"۔

اسی وجہ سے آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو دعوت دین میں آسانی کرنے اور عفو ودرگذر سے کام لینے کا حکم فرماتے تھے، جیسا کہ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کو بعض کاموں کے لئے بھیجتے تو ان سے یہ فرما دیتے: «بَشِّرُوا وَلاَ تُنَفِّرُوا، وَيَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا». [مسلم: ١٧٣٢] "بشارتیں سنانا، نفرت نہ پیدا کرنا، آسانیاں کرنا، سختی مت کرنا"۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا ابوموسی اور معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجتے وقت یہ فرمایا: «يَسِّرَا وَلاَ تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلاَ تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلاَتَخْتَلِفَا». [بخاري في الأدب المفرد: ٦١٢٤، ومسلم: ١٧٣٣] "(جاؤ دونوں آسانی کرنا، سختی نہ کرنا، بشارتیں سنانا، نفرت مت ڈالنا، ایک دوسرے کی تابعداری کرتے رہنا، آپس میں اختلاف نہ کرنا"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو لوگوں سے تعامل کرتے وقت شفقت ونرمی سے کام لینے کی وصیت فرماتے، کیوں کہ یہی اس دین کے حامل اور شریعت الہی کے داعی ومبلغ تھے، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «يَا عَائِشَةُ! عَلَيْكِ بَالرِّفْقِ، فَإِنَّ الرِّفْقَ لَمْ يَكُ فِي شَيْءٍ إِلاَّ زَانَهُ، وَلَمْ يُنْزَعْ مِنْ شَيْءٍ إِلاَّ شَانَهُ». [مسلم: ٢٥٩٤] "اے عائشہ! نرمی کا برتاؤ کرو، چوں کہ جس کسی چیز میں نرمی ہوتی ہے وہ اسے عمدہ بنا دیتی ہے، اور جس چیز سے اسے نکال لی جاتی ہے تو اس کی شان چھن جاتی ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مزید فرمایا: «يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لاَ يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لاَ يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ». [مسلم: ٢٥٩٣] "اے عائشہ! اللہ مہربان ہے اور نرمی ومہربانی کو پسند فرماتا ہے، نرمی پر جتنا نوازتا ہے وہ سختی یا سختی کے علاوہ پر اتنا نہیں نوازتا ہے"۔

جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ کے

رسول ﷺ نے فرمایا: «مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ». [مسلم: ٢٥٩٢] ”نرمی سے محروم بھلائی سے محروم ہوتا ہے“۔

شریعت اسلامیہ کے جملہ احکام کی بنیاد واساس ہی آسانی فراہم کرنے اور تنگی ودشواری دور کرنے پر قائم ہے، جیساکہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ [الحج: ٧٨]

”اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی“۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالی نے یوں فرمایا:

﴿يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ﴾ [البقرة: ١٨٥]

”اللہ تعالی کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، تنگی کا نہیں“۔

ایک مقام پر اللہ جل شانہ نے کچھ اس طرح فرمایا:

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَٱلْأَغْلَٰلَ ٱلَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾

[الأعراف: ١٥٧]

”اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں“۔

اس موضوع سے متعلق کثرت سے دلیلیں وارد ہوئی ہیں، اسی وجہ سے امام شاطبی فرماتے ہیں: اس امت میں دشواریوں کو دفع ورفع کرنے سے متعلق جو دلیلیں آئی ہیں وہ قطعیت کے درجہ تک پہونچی ہوئی ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: آسانی وسہولت کرنے ہی کے نتیجہ میں اس دین کو حنیفیت (ملت اسلام) سے موسوم کیا گیا ہے۔ [الموافقات: ۱/۵۲۰-۵۲۱]

علماء وداعیان نبی کریم ﷺ کی ہدایت کی اقتداء اور آپ کی سنتوں کو اپنی زندگی کے محور بنانے میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جق دار ہیں، کیوں کہ جس دعوتی کامیابی وکامرانی کے وہ حریص وطلب گار ہیں وہ تالیف قلب اور میلان نفس پر ان کی قدرت وصلاحیت کے مقدار ہی پر مرہون ہے۔

آیئے آپ ہمارے ساتھ ان دو واقعات پر غور کریں جو نبی کریم ﷺ کی نرمی وشفقت اور آپ کی حلم وبردباری، نیز تالیف قلب پر آپ کی قدرت وصلاحیت کی واضح ترجمانی کرتی ہیں۔

پہلا واقعہ:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ نے ایک دیہاتی شخص سے ایک وسق (تقریبا ۱۵۰ کلو) عجوہ کھجور کے بدلے کچھ اونٹ خریدے، اس شخص کو لے کر آپ ﷺ اپنے گھر آئے، آپ نے کھجور تلاش کیا لیکن آپ کو حاصل نہ ہو سکا، آپ نے باہر آ کر اس شخص سے عرض کیا: ”اے عبد اللہ! میں نے حقیقت میں آپ سے ایک وسق کھجور کے عوض کچھ اونٹ خریدے، اور گھر آ کر کھجور بھی تلاش کیا لیکن وہ نہیں مل سکی“، راوی کا بیان ہے کہ اس دیہاتی شخص نے کہا: اے بے وفائی! ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

یہ سن کر لوگ اسے جھڑکنے لگے: اللہ تجھے غارت کرے، کیا رسول اللہ بے وفائی کرتے ہیں؟ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے چھوڑو، کیوں کہ صاحب حق کو کچھ کہنے کا اختیار ہے"۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو بارہ اس کے پاس آئے اور فرمایا: "اے عبد اللہ! میں نے آپ کے اونٹ خریدے ہیں، اور ہمارا گمان یہی تھا کہ جو قیمت ہم نے آپ کے لئے متعین کیا تھا وہ ہمارے پاس ہے، اور ہم نے تلاش بھی کیا لیکن ہمیں وہ نہ مل سکا"۔ تو جوابا دیہاتی شخص نے پھر وہی کہا: اے بے وفائی وغداری! تو پھر لوگوں نے اسے جھجھوڑا اور کہا: اللہ تجھے غارت کرے، کیا رسول اللہ بے وفائی کرتے ہیں؟ تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے چھوڑو، حق دار کو کچھ کہنے کا مجاز ہوتا ہے"۔ آپ نے دو تین بار یہی دہرایا، لیکن جب آپ نے اسے دیکھا کہ وہ اس بات کو بالکل نہیں سمجھ پا رہا ہے تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص سے فرمایا: "آپ خویلہ بنت حکیم بن امیہ کے پاس جاؤ اور ان سے یہ کہو کہ رسول اللہ نے آپ سے یہ کہا ہے: "اگر آپ کے پاس ایک وسق عجوہ کھجور ہے تو ہمیں ادھار دے دیں، ان شاء اللہ ہم اسے بعد میں آپ کو واپس کر دیں گے"۔ وہ شخص ان کے پاس گئے اور واپس آکر بتایا کہ انہوں نے کہا ہے کہ ہاں ہمارے پاس اتنی کھجور ہے، اے اللہ کے رسول! کسی کے ذریعہ آپ بھیج کر منگا لیں، آپ نے اس شخص سے کہا: "آپ انہیں (دیہاتی شخص کو) اپنے ہمراہ لے جائیں، اور جتنا ان کا حق ہے پورا پورا انہیں دے دیں"۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ

وہ انہیں لے کر خولہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، اور انہیں پوری پوری قیمت ادا کر دی، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس دیہاتی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذر ہوا اور آپ اپنے صحابہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے، تو اس نے کہا: اللہ آپ کو اس کا بہتر بدلہ دے، آپ نے وفا کیااور بہت عمدہ نوازا، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ بروز قیامت اللہ کے نزدیک اللہ کے بہتر بندوں میں سے ہیں وفادار اور عمدہ سے عمدہ تر عطا کرنے والے ہیں“۔ [مسند احمد: ۶/۲۹۶] (صحیح)۔

دوسرا واقعہ:

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چل رہا تھا، اور آپ موٹی دھاری دار نجرانی چادر زیب تن کئے ہوئے تھے، ایک اعرابی (دیہاتی شخص) سے آپ کا سامنا ہو گیا، اس نے بڑی شدت کے ساتھ آپ کی چادر کھینچ لی، میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر چادر کے کنارے کی سختی سے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گئی ہے، پھر اس اعرابی نے کہا: اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی کچھ دینے کا حکم فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے، اور آپ ہنس پڑے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عنایت کرنے کا حکم فرمایا۔ [بخاری: ۳۱۴۹، مسلم: ۱۰۵۷]

اگر ایسی صورتحال بعض لوگوں کے ساتھ در پیش ہو تو وہ اسے

اپنے اوپر حملہ اور اہانت ورسوائی شمار کریں گے، اور صبر کا دامن چھوڑ دیں گے، اور بسا اوقات ذاتی انتقام بھی لے لیں گے، لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنی نرمی اور حکمت عملی سے لوگوں کے دلوں کو جیتا،اور یہی وطیرہ دین الٰہی کے داعیان ومبلغین کا بھی ہونا چاہیئے۔

یہی وہ شفقت ومہربانی اور وسعت صدر ہے جس سے دل کے بند تالے کھلتے ہیں، اور مختلف طبیعت ومزاج اور کئ قسم کے لوگوں کو اپنے اندر سمونے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

اور وہ داعی جو لوگوں کی طرف پہونچنے والی اذیتوں اور ان کی نادانیوں پر تحمل کی استطاعت نہیں رکھتے، اور ان کے ساتھ صبر وشفقت کا برتاؤ نہیں کر سکتے تو وہ حقیقت میں جن کامیابیوں کی تڑپ وجستجو رکھتے ہیں کبھی اسے اپنے خوابوں کی تعبیر نہیں بنا سکتے، آپ غور فرمائیں کہ نبی مربی ﷺ سے جب یہ کہا جاتا کہ اے رسول اللہ! آپ مشرکوں پر بد دعا فرما دیں، تو آپ ﷺ فرماتے: ”میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں“۔ [مسلم: ۲۵۹۹]

دین رحمت کی دوسری جھلک

تمام لوگوں کو شامل شفقت ومہربانی

ایک مسلمان شخص کی شفقت ونرمی ایسی شامل وکامل مہربانی ہوتی ہے جو اپنے دامن میں تمام مسلمانوں کو سمونے کی کشادگی رکھتی ہے، چاہے وہ نیک ہوں بد، بلکہ مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے والے کفار ومشرکین بھی اس کے سایہ عاطفت کے تلے ہوتے ہیں، حقیقت میں دل مسلم لطف وشفقت کا مخزن ہوتا ہے، اور کینہ وبغض اور ظلم وستم سے صاف وشفاف ہوتا ہے۔

نافرمانوں اور مسلمانوں سے جنگ وجدال نہ کرنے والے کافروں سے شفقت کا برتاؤ کرنے کا ہرگز یہ مطلب ومقصد نہیں کہ ان کے کفر وعصیان اور لغو وباطل کاموں پر خاموشی سے محبت ہے، بلکہ ان کے اعمال کے نتائج وانجام سے ان پر شفقت ومہربانی سے پیش آنے کا تقاضا ہے، ایسا کبھی ہوتا بھی ہے کہ اسے فاقہ کشی، درد والم، اور بیماری جیسی چیزیں لاحق ہو جاتی ہیں، اور یہ رسول اللہ ﷺ کے عمومی قول میں داخل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: «فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ». [بخاري: ٦٠٠٩، مسلم: ٢٢٤٤] ”ہر تر کلیجے والے (زندہ) کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر اجر وثواب ہے“۔

شفقت عامہ سے متعلق احادیث

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: «الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الأَرْضِ، يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ». [أبو داود: ٤٩٤١، ترمذي: ١٩٢٤] (صحيح). ”رحم کرنے والوں پر رحمن رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا“۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: «ارْحَمُوا تُرْحَمُوا، وَاغْفِرُوا يُغْفَرْ لَكُمْ». [مسند أحمد: ٢/١٦٦، برقم: ٦٥٤١] (حسن). ”مہربانی کرو تم پر مہربانی کی جائے گی، معاف کرو تمہیں معاف کیا جائے گا“۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: «مَنْ لاَ يَرْحَمْ لاَ يُرْحَمْ، وَمَنْ لاَ يَغْفِرْ لاَ يُغْفَرْ لَهُ، وَمَنْ لاَ يَتُبْ لاَ يُتَبْ عَلَيْهِ». [الطبراني في الكبير: ١/١٨٠، السلسلة الصحيحة: ٤٨٣] (صحيح). ”رحم نہ کرنے والے پر رحم نہیں کیا جاتا، معافی نہ چاہنے والے کو معاف نہیں کیا جاتا، توبہ نہ کرنے والے کی توبہ قبول نہیں کی جاتی“۔

رسول اللہ ﷺ مہربانی کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«لَنْ تُؤْمِنُوا حَتَّى تَرْحَمُوا» قَالُوا: كُلُّنَا رَحِيمٌ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ بِرَحْمَةِ صَاحِبِكُمْ، وَلَكِنَّهَا رَحْمَةُ النَّاسِ، رَحْمَةُ الْعَامَّةِ». [فتح الباري: ١٠/٤٣٨، صحيح الترغيب: ٢٢٥٣] (صحيح). ”تم ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ مہربانی نہ کرو“، صحابہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! ہم سب تو مہربانی کرنے والے ہیں، آپ ﷺ

نے فرمایا: ”مہربانی وشفقت کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا ساتھی اپنے کسی ایک ساتھی کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرے بلکہ یہ شفقت تمام لوگوں کے ساتھ عام ہو“۔

جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَرْحَمُ الله مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ» . [بخاري: ٧٣٧٦، مسلم: ٢٣١٩] . ”اللہ اس پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا“۔

اس حدیث کی شرح میں ابن بطال فرماتے ہیں: تمام مخلوقات پر شفقت ومہربانی کو بروئے کار لانے پر اس حدیث میں آمادہ کرنا ہے، جس میں مؤمن وکافر اور چوپائے (جانور) اور نوکر وغلام سب داخل ہیں، نیز اسی میں کھانا کھلانے، دوڑنے، بوجھ میں تخفیف کرنے، مار پیٹ نہ کرنے کا عہد وپیمان بھی شامل ہے۔ [فتح الباری: ۱۳/ ۵۵۷]

شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث میں وارد لفظ ”الناس“ سے وہ لوگ مراد ہیں جو شفقت ومہربانی کے لائق ہیں جیسے مؤمنین، اہل ذمہ، یا انہیں کے درجے کے لوگ، لیکن جنگ وجدال کرنے والے کافر حقیقت میں وہ مہربانی کے لائق وحق دار نہیں۔ [شرح ریاض الصالحین: ۱/ ۵۶۵]

اپنے نفس پر زیادتی کرنے والے گناہ گار اور اعراض کرنے والے کافر کو ایک اصلاح کرنے والا داعی شفقت ونرمی کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور جس اعراض واسراف کے وہ شکار ہیں اس سے انہیں بچانے کی

خاطر بڑی تیز کوششیں کرتا ہے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: «إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاس..... تَقْتَحِمُونَ فِيهَا». [بخاري: ٦٤٨٣، مسلم: ٢٢٨٣]. ”میری اور لوگوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ روشن کی، پھر جب آگ اس کے چہار جانب خوب روشن ہو گئی تو آگ میں کودنے والے (اڑنے و رینگنے والے) کیڑے مکوڑے اس آگ میں کودنے لگے، اور وہ شخص انہیں آگ سے بار بار دور کرتا ہے، اور یہ کیڑے مکوڑے اسے مغلوب کر کے اس آگ میں چھلانگ لگاتے ہیں، میں تمہارے کمر کو آگ میں داخل ہونے سے تھامتا ہوں، اور وہ (تم) ہیں کہ اس میں ٹوٹے پڑ رہے ہیں“۔

ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کے ضمن میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر رحمت ومروت، اور شفقت ومہربانی کس حد تک تھی، اور آپ میں امت کو جہنم سے نجات دلانے کی کتنی تڑپ تھی۔

مخلوق کے سب سے مشفق (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دونوں پہلووں میں رحمت وشفقت اور مہربانی سے لبریز ایسی جان رکھتے تھے جو لوگوں کی ہدایت کی تڑپ اور ان سے شفقت ومہربانی کی خاطر قریب تھا کہ ہلاک وتباہ اور پاش پاش ہو جائے، حتی کہ رب کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

﴿فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُكَ عَلَيۡهِمۡ حَسَرَٰتٍۚ﴾ [فاطر: ٨]

”پس آپ کو ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہیئے“۔

ایک اور جگہ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿فَلَعَلَّكَ بَٰخِعٞ نَّفۡسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِمۡ إِن لَّمۡ يُؤۡمِنُواْ بِهَٰذَا ٱلۡحَدِيثِ أَسَفًا﴾ [الکھف: ٦].

”پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے؟“۔

انسان کے علم میں جوں جوں اضافہ ہوتا ہے، ویسے ویسے لوگوں کے ساتھ شفقت ومہربانی پروان چڑھتے ہیں، اسی بنا پر یحیی بن معاذ فرماتے ہیں: علماء امت محمد کے ساتھ ان کے باپوں اور ان کی ماؤں سے بھی زیادہ مشفق ومہربان ہیں، اس لئے کہ یہ انہیں آخرت کی آگ اور اس کی ہولناکیوں سے بچاتے ہیں، جب کہ ان کے باپ انہیں دنیا کی آگ اور اس کی آفتوں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ [تحفۃ الطالبین: ۱/۴]

دین رحمت کی تیسری جھلک

باہمی معاشرتی رحمت وشفقت اورمہربانی

یہ عام سی بات ہے اور اس کی تحقیق اور اس کے بارے میں غور وفکر کی ضرورت ہے کہ عالم اسلامی میں ہمارے معاشرے کے آداب واخلاق، اور اقدار کی لڑیاں قابل لحاظ وخیال حد تک ٹوٹ پھوٹ رہی ہیں جو مختلف طبقات اور ٹکڑیوں کے درمیان اجتماعی تعلقات وترابط کی راہ استوار کرتی تھیں، اورہوا یوں کہ معاشرے کے چند لوگ اس احساس کے شکار ہو گئے کہ وہ ایک خوفناک جنگل میں ہیں، جس میں وہ اپنے ذاتی فوائد اور خواہشات نفس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، لہذا اپنے حیوانی جذبات اور دنیوی مقاصد کے حصول کی خاطر زیادہ طاقت وقدرت بن کر اس جنگل میں ہی باقی رہنا ان کے نظریہ کے مطابق بہتر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنی تمام تر مادیت اور سختی کے ساتھ موجودہ تہذیب وثقافت نے انسان کو محض ایک بے زبان آلہ بنا دیا جو چند لوگوں سے ہٹ کر اسی میں رواں دواں ہے، چنانچہ بہت سے اجتماعی تعلقات ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، خود غرض وخود پسندی اور جور وجفا کے مظاہر خوب بڑھے، اور ناتواں ومسکین کے حقوق کی بے انتہا پامالی ہوئی.........۔

اس حقیقت کے باربار رونما ہونے کے پیش نظر مسلم معاشرے

کے ہر آوردہ لوگوں کے درمیان باہمی شفقت ومروت کی دعوت ان اہم اور اولیت وبہتری کے قبیل سے ہے جس کی طرف توجہ مبذول کرکے اصلاح پسندوں کے لئے زیادہ مناسب ہے، اور معاشرتی وسماجی شفقت ومروت کے مظاہر جس کا حکم دیا گیا ہے دو قسموں میں تقسیم کرنا ممکن ہے۔

پہلی قسم: باہمی سماجی رحمت وشفقت اورمہربانی کی ترغیب:

مدینہ نبویہ میں اسلامی معاشرے کی تعمیر و تشکیل کی اہم ترین بنیادیں یہ تھیں کہ آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا، اور باہمی الفت وشفقت کے کھمبوں کو نہایت مضبوط کیا، اور اسی قبیل سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى». [البخاري: ٦٠١١، مسلم: ٢٥٨٦]

"آپ دیکھیں گے کہ مومنین آپسی رحمت وشفقت اورمہربانی، الفت ومحبت، اور شفقت ونرمی میں ایک جسم کے مانند ہیں کہ جب اس کا ایک عضو تکلیف محسوس کرتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء بے خوابی اور بخار کے شکار ہو جاتے ہیں"۔

رفق ونرمی اور معافی والفت کی طرف دعوت میں ہر کام اور ہر مسلمان فرد میں اس کی تجلیات کا مشاہدہ ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ سے

مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: «أَهْلُ الْجَنَّة ثَلاثَةٌ: ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٍ مُوَفَّق، ورَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِم، وَعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ». [مسلم: ٢٨٦٥]

”جنتی تین طرح کے ہیں: ① خیرات کرنے والے توفیق شدہ حکمراں، ② تمام رشتہ داروں اور مسلمانوں کے لئے نرم دل شخص، ③ پاک دامن، پاکیزہ خلق کا حامل اور صاحب عیال ہو لیکن کسی کے سامنے اپنا ہاتھ نہ پھیلاتا ہو“۔

قرآن وحدیث میں معاشرے کے ہر طبقہ کے ما بین شفقت والفت کی گونا گوں خوبیوں سے آراستہ ہونے کی تعلیمات سے متعلق کثرت سے حکم ہوا ہے۔ اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہو:

① محبت وبھائی چارگی کی ترغیب:

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ إِخۡوَةٞ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَ أَخَوَيۡكُمۡۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ ﴾ [الحجرات: ١٠]

”سارے مومن بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے“۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

﴿ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَ وَٱلۡمُؤۡمِنَٰتُ بَعۡضُهُمۡ أَوۡلِيَآءُ ﴾ [التوبة: ٧١]

”مومن مرد وعورت ایک دوسرے کے دوست ہیں“۔

صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ». [البخاري: ١٣، مسلم: ٧١]

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے (بھلائی کے کاموں میں) وہی محبوب نہ سمجھے جو اپنے لئے محبوب سمجھتا ہے“۔

جامع العلوم والحکم میں حافظ ابن رجب کا یہ معروف قول موجود ہے: انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مومن کو خوشی ومسرت انہیں چیزوں سے حاصل ہوتی ہے جن چیزوں سے ان کے مومن بھائیوں کو ہوتی ہے، اور ایک مومن اپنے بھائی کے لئے وہی بھلائی پسند فرماتا ہے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے، اور یہ خوبیاں اسی وقت قدم بوس ہوتی ہیں جب خیانت، دھوکا، اور حسد جیسی مذموم صفت سے انسان کا دل مکمل طور پر سلامت ومحفوظ ہو، کیوں کہ حسد کا تقاضا ہی یہی ہے کہ حاسد اپنے پر فوقیت یا برابری والے کسی بھی شخص کو ناپسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھے، کیوں کہ اس کی چاہت تو یہ ہے کہ اپنی جملہ خوبیوں میں وہ لوگوں سے ممتاز اور منفرد رہے، جب کہ تقاضائے ایمانی اس کے برعکس ہے بایں طور کہ اللہ کی عطا کردہ بھلائیوں میں بغیر کسی کمی کے اس میں تمام مومنین کی بھرپور شراکت ہو۔ [جامع العلوم والحکم: ٢٧٢]

علامہ عبد الرحمن السعدی رحمہ اللہ تعالی ﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ کے اس قول کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں: 'یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جو کہ اللہ نے مومن بندوں کے درمیان کیا ہے، اس زمین پر آباد مشرق ومغرب دنیا کے کسی بھی خطے میں موجود کوئی بھی شخص جس کے اندر یہ پایا جائے وہ اس معاہدے کا پابند ہے، اللہ پر کامل ایمان، اور اس کے فرشتے، کتابیں، انبیاء ورسل اور آخرت پر ایمان لانا ہے،کیوں کہ وہ تمام اہل ایمان کا بھائی ہے،یہی بھائی چارگی ہی واجب کر رہی ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی بھلائی پسند کریں جو اپنی ذات کے لئے چاہتے ہیں۔

نیز اس آیت ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ کی تفسیر کے ضمن میں مزید فرماتے ہیں: ”اس سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ کی رحمت سے رکاوٹ ومحرومی کی سب سے بڑی وجہ مومنین کے حقوق کی عدم ادائیگی اور اس کی پامالی ہے“۔ [تفسیر السعدی: ۳/۱۳۳-۱۳۴]۔

بلا شک وشبہ محبت کا استقرار ووجود مسلم سماج میں باہمی رحم وشفقت اور الفت ولگاؤ کی اساس ہے اور ہر نیک کام کو پروان چڑھانے کی بنیاد ہے، جب کہ نفرت وکراہت پر زیادتی وسختی کی اساس اور عدم تعلق وبغض کی بنیاد ہے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اپنے نبی پر تمام مسلمان کو جوڑنے پر احسان جتلاتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا مَّآ أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَـٰكِنَّ ٱللَّهَ أَلَّفَ

بَیْنَهُمْ ﴾ [الأنفال: ٦٣] ”ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے، زمین میں جو کچھ ہے اگر آپ سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دل آپس میں نہیں ملا سکتے، یہ تو اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے“۔

کورٹ وعدالتوں سے ہٹ کروڑوں، بازاروں، اور گلی کوچوں کی عام بھیڑ بھاڑ میں لوگوں کی حالات وکیفیات پر ادنی تامل سے، اور ان میں تناؤ وکڑھن، بیشتر لوگوں میں تشنج (سکڑنے) کی بیماری کے مشاہدے کے بعد یقینی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس ہنگامہ آرائی، شور وغل، اور دھکم پیل صورت حال کو صرف محبت والفت کی صداقت ہی سے گل وگلزار بنانا ممکن ہے، اور جہاں تک میرا خیال ہے کہ اللہ کے لئے محبت کی نشر واشاعت کے لئے تمام داعی و مصلح اس کو اولیت کا درجہ دیتے ہوئے آگے بڑھیں، اور اللہ کی خاطر اخوت وبھائی چارگی کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے لئے اہم اور کامیاب رول ادا کریں، اور اس تعلق کے اثرات ہم فرمان الٰہی میں یوں پاتے ہیں:

﴿ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيمَٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا۟ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴾ [الحشر: ٩]

”اور (ان کے لئے) جنھوں نے اس گھر (مدینہ) میں اور ایمان میں اس سے پہلے جگہ بنالی، اور اپنی طرف ہجرت کرکے آنے والوں

سے محبت کرتے ہیں، اور مہاجرین کو جو کچھ دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے، بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں، گو خود کو ہی سخت حاجت ہو، (بات یہ ہے کہ) جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے"۔

حیات طیبہ کی یہ ایک ایسی انوکھی شکل ہے جس نے انسان کو معمولی نصیب سے بلندی کی چوٹیوں پر گامزن کیا، جاہلی معاشرہ جس میں طاقتور غریب لوگوں کو کھا جا رہا تھا اس معاشرے کو محبتوں سے لبریز اور جذبۂ ایثار وقربانی سے سرشار کر دیا۔

② حقوق کی ادائیگی کا حکم:

ایک سماج میں لوگ مشترک رشتوں میں مربوط ہوتے ہیں، تاکہ یہ سماج اپنے اندر استقرار پیدا کرے، اور اس پر امن وطمانینت کی بالا دستی اور الفت ومحبت کی حکمرانی ہو، چنانچہ اس رشتے کو ایسے منہج واسلوب میں ڈھالنا وسنوارنا ضروری ہے جو ہر حقدار کے حق کی ادائیگی کی مکمل ضمانت دے، یہی وجہ بھی ہے کہ انسان کے اپنے اہل وعیال، رشتے دار، ہمسایہ اور مسلمان بھائیوں سے تعلق منظم کرنے کے سلسلے میں تواتر کے ساتھ شرعی نصوص وارد ہوئی ہیں۔

مسلمان کے حقوق کی ادائیگی باہمی شفقت ونرمی اور محبت کی مضبوطی کا سب سے بہتر راستہ ہے، اسی وجہ سے اس کی ادائیگی کے وجوب پر رسول اللہ ﷺ کی وصیت آئی ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ: رَدُّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، واتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ». [مسلم: ٢١٦٢]

"ایک مسلمان پر اپنے بھائی کے لئے پانچ چیزیں واجب ہیں: سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کا جواب دینا، دعوت قبول کرنا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے میں شرکت کرنا"۔

ایک دوسری حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ». قِيلَ: وَمَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ, وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ». [مسلم: ٢١٦٢]
"ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں"۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ چھ کون کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب مسلمان سے ملاقات ہو تو اسے سلام کرے، جب وہ دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرے، اور نصیحت کرنے کی درخواست کرے تو اسے نصیحت کرے، جب اس کو چھینک آئے اور «الْحَمْدُ لِلَّهِ» کہے تو اس کے جواب میں «يَرْحَمُكَ اللهُ» کہے، اور جب وہ بیمار پڑ جائے تو اس کی بیمار پرسی کرے، اور اس کی موت پر اس کی جنازہ میں شرکت کرے"۔

③ رعایا پر شفقت:

ایک حاکم کی یہ ذمہ داری ہے کہ رعایا پر (لوگوں میں) عدل وانصاف اور شفقت ورحمت کے ساتھ انتظام وتدبیر کرے، ان سے ظلم وجفا اور مشقت ودشواری دور کرے، اس سے معاشرہ میں قرار حاصل ہوگا اور وہ امن وسکون کا گہوارہ بنے گا، خوشحالی قدم بوسی ہوگی، رحمت الٰہی کا نزول ہوگا، جیسا کہ عبد الرحمن بن شماسہ فرماتے ہیں: میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک چیز کے متعلق دریافت کرنے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: آپ کون کدھر سے؟ تو میں نے جواب دیا: اہل مصر کا ایک شخص ہوں،تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمہارے اس جنگ میں تمہارے ساتھی تمہارے حق میں کیسے ہیں؟ (اس سے ان کی مراد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے)۔ تو میں نے بتایا کہ ہم لوگوں نے انہیں کسی بھی چیز میں نا پسند نہ پایا، اگر ہم سے کسی کا اونٹ مر جاتا تو وہ اسے اونٹ عطا کرتے ہیں، اور نفقہ کے ضرورت مندوں کو نفقہ سے نوازتے ہیں، یہ سن کر عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: انہوں نے میرے بھائی محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہما کے بارے میں جو بھی کیا وہ مجھے اس بات سے نہیں روک سکتی کہ میں آپ کو وہ ضرور بتلا دوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس گھر میں فرماتے ہوئے سنا ہے: «اللَّهُمَّ! مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِ». [مسلم: ١٨٢٨] ”اے اللہ! جو بھی میری اس امت کا حاکم بنے اور

وہ انہیں مشقت میں ڈالے تو تو اسے مشقت میں ڈال دے، اور جو حاکم میری امت کے معاملے میں نرمی کرے، اے اللہ! تو اس پر اپنی شفقت فرما"۔

اس موضوع سے متعلق میری معلومات میں جو سب سے خوبصورت بات میسر آئی وہ یہ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص کو عامل مقرر کیا، تو وہ شخص سلام کرنے کی خاطر عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس کے ہمراہ اس کے چند بیٹے بھی تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بیٹے کو بوسہ دیا، تو اس اسدی شخص نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے امیر المومنین! آپ اسے بوسہ دیتے ہیں، اللہ کی قسم! میں نے تو کبھی بھی اپنے کسی بھی لڑکے کو بوسہ نہیں دیا، یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم اللہ کی! تو لوگوں میں کمتر شفقت والا ہے، اب تو میرا کبھی بھی عامل بننے کے قابل نہیں، اور آپ نے وہ حکم منسوخ کر دیا۔ [الزہد للہناد بن السری: ۲/۶۱۹، رقم: ۱۳۳۲]

اس آدمی کے اپنے بچوں کے ساتھ سختی کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رعایا کے ساتھ اس کی سخت مزاجی کی علامت شمار کیا، یہی اس شخص کے عامل سے معزول ہونے کی اصل وجہ تھی۔

علامہ شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں رفق کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رفق (نرمی) کا معنی بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ آپ لوگوں کی خواہشوں

اور چاہتوں کے مطابق آئیں، جب کہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ رفق کا معنی ہے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق آپ لوگوں کے ساتھ چلیں، اور آپ لوگوں کے ساتھ سب سے قریبی اور سب سے شفقت والی راہ پر گامزن رہیں، جس کسی چیز میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم نہیں ہے اس میں لوگوں پر سختی نہ کریں، اور اگر آپ نے لوگوں پر سختی کی تو آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کا ذکر حدیث میں ہے کہ "اللہ ان کو مشقت میں ڈال دے" والعیاذ باللہ۔

[شرح ریاض الصالحین: ١/٩٤٦]

④ فقراء کی اعانت اور ان کی حاجت برآوری کی کوشش:

ایک نرم دل والا شخص فقراء ومساکین کے دکھ درد کو اچھی طرح محسوس کرتا، اور ان کے حزن وملال اور فاقہ کشی کو خوب سمجھتا ہے، اور انہیں ان سے ہٹانے کی جد وجہد کرتا ہے، ضرورت مندوں اور مصیبتوں میں گھرے لوگوں کی مدد کی خاطر اپنے مال کو بھی صرف کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝٨ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ ٱللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا شُكُورًا ﴾ [الإنسان: ٨-٩]

"اور اللہ تعالی کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں، مسکین یتیم اور قیدیوں کو، ہم تو تمہیں صرف اللہ کی رضامندی کے لئے کھلاتے ہیں، نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گذاری"۔

معاشرے میں پیار ومحبت کی بالا دستی اجتماعی رابطے وتعلقات اور بھائی چارگی کی جڑوں کو مضبوط وراسخ کرتی ہے، اور کالے وگورے، حاکم ومحکوم اور مالدار وغریب کے درمیان پائی جانے والی سختی وبد اخلاقی کے اسباب کو زائل کرتی ہے، اسی وجہ سے اس پر عظیم اجر وثواب کا وعدہ ہے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا دَامَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ». [مسلم: ٢٦٩٩] ”جس شخص نے دنیا کی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی کو ایک مومن سے ہٹایا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ اس کے لئے روز قیامت کی پریشانیوں میں ایک پریشانی دور فرما دیتا ہے، اور جس نے کسی تنگ دست پر آسانی فرمائی تو اس کے لئے اللہ دنیا وآخرت کی تنگیوں کو آسان فرما دیتا ہے، اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی تو اللہ تعالی دنیا وآخرت دونوں میں اس کی عیب پوشی کرتا ہے، اور اللہ تعالی اس وقت تک بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے“۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «الْكُرْبَةُ» اس سختی کو کہتے ہیں جو صاحب ملال کو غم ودکھ سے دو چار کرتی ہے، اور 'تنفیس' کا مطلب اس سے اس دکھ کو ہلکا کرنا ہے، اور لفظ «نَفَّسَ» یہ تنفیس

الخناق (دم گھٹنے) سے ماخوذ ہے، گویا کہ دم گھٹنے سے اس کی گردن ڈھلی کر دی جائے یہاں تک کہ سانس لے سکے، اور "تفریج" یہ اس سے بھی عظیم ہے بایں طور کہ اس سے تکلیف و غم ہی زائل کر دیا جائے، دکھ درد ہٹ جائیں اور حزن وملال نابود ہوجائیں۔ لہذا دونوں صورتوں میں شریعت نے جداگانہ بدلہ دینے کا وعدہ کیا۔ [جامع العلوم والحکم: ۶۹۱]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوِ الْقَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ». [البخاري: ٥٣٥٣، مسلم: ٢٩٨٢]

"بیوہ اور مسکین کی ضروریات کو پوری کرنے میں جد وجہد کرنے والا شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کے مانند ہے، یا رات میں قیام کرنے والے اور دن میں روزے رکھنے والے کے مانند ہے"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی رعایا کے ساتھ قدم بقدم چلنے میں ادنی جھجھک بھی محسوس نہ کیا اور نہ ہی آپ کی پیشانی پر کوئی شکن نظر آئی یہاں تک کہ ایسی کوئی خاتون ہی کیوں نہ ہو جس کی عقل میں کچھ کمی ہو، جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک ذہنی بیمار خاتون آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے اللہ کے رسول! مجھے آپ سے کچھ ضرورت ہے، تو آپ نے فرمایا: "اے فلاں کی ماں! دیکھیں جس کوچے میں چاہیں وہاں پہنچ کر میں تمہاری ضرورت پوری کر دوں (جو مسئلہ سمجھنا چاہتی ہو اسے سمجھا دوں)، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ

وہاں سے ہٹ کر ایک کوچے کا رخ کیا اور ضرورت پوری ہونے تک انہیں کے ساتھ ٹھہرے رہے"۔ [مسلم: ۲۳۲۶]

ابواب تربیت اور انسانی احساسات کی شائستگی میں سے یہ وسیع باب ہے: کمزوروں پر احسان کرنا، اور جو ان کی ناداری اور فقر وفاقہ دیکھے تو دل پگھل جائے، اور شفقت جوش میں آ جائے، اور تکلیف دیئے اور احسان جتلائے بغیر انہیں نوازنے پر مجبور ہو جائے، ایسے رحم دلوں کی رحم دلی بھی تربیت کا ایک باب ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ دل کے باحیات رہنے کا سبب غریب ومساکین کی غمگساری ہے، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے سنگ دلی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنْ أَرَدْتَ أَنْ يَلِينَ قَلْبُكَ فَأَطْعِمِ الْمِسْكِينَ، وَامْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيمِ». [أحمد: ٢١/١٣، رقم الحديث: ٧٥٧٦، (صحيح، الصحيحة للألباني رقم ٨٥٤] "اگر چاہتے ہیں کہ آپ کا دل نرم پڑ جائے تو آپ مسکینوں کو کھانا کھلائیں، اور یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیریں"۔

سلف صالحین میں بعض کمزوروں اور غریبوں کی مدد نہ کر پانے کی وجہ سے اپنے اندر شدید ترین دکھ محسوس کرتے تھے، کیوں کہ وہ بڑے نرم دل والے اور ذمہ داری کو محسوس کرنے والے تھے۔ انہیں میں سے سید التابعین اویس قرنی رحمہ اللہ ہیں، جب شام ہوتی تو گھر میں موجود کھانے پینے کی بچی ہوئی ساری چیزیں صدقہ کر دیتے، پھر

یہ دعا کرتے: ”اے اللہ! جو بھوک سے مر جائے تو اس کی وجہ سے میرا مواخذہ نہ فرمانا، اور جو ننگا مر جائے تو اس کی وجہ سے مجھ سے باز پرس نہ کرنا“۔ [صفة الصفوة: ۳/۵۴]

⑤ غمزدہ اور مصیبت زدہ کی مدد کرنا:

موجودہ دور میں مسلمانوں کی حالات پر گہری نظر رکھنے والا اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ آج ان کی کتنی بستیاں مختلف قسم کی مشکلات اور غم انگیز معاملے سے دو چار ہیں، اور ان میں بیماری ومحتاجی کس تیزی سے پھیل رہی ہے، تمام اہل اسلام کی یہ ذمہ داری ہے کہ پر عزم ہو کر اپنے بھائیوں کی مدد ونصرت کے لئے جد وجہد کریں، اور انہیں مصیبتوں سے نکالنے کی کامیاب کوشش کریں، ان سے منہ موڑ کر انہیں نصرانی تنظیموں کے سپرد نہ کریں جو ان کے دین واخلاق کو نشانہ بناتی ہیں، جیسا کہ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «عَلَى كُلِّ مُسلمٍ صَدَقَةٌ»، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: «فَلْيَعْمَلْ بِيَدَيْهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ»، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ، أَوَلَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: «فَلْيُعِنْ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ» قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: «فَلْيَأْمُرْ بِالْخَيْرِ» أَوْ قَالَ: «بِالْمَعْرُوفِ»، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: «فَلْيُمْسِكْ؛ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ». [البخاري: ٦٠٢٢، مسلم: ١٠٠٨] ”ہر مسلمان پر صدقہ ہے“، صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ مال نہ پائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنے

دونوں ہاتھوں سے محنت ومشقت کرے، اس سے اپنی ذات کو فائدہ پہونچائے اور صدقہ کرے"، صحابہ نے عرض کیا: اگر اس کی استطاعت نہ پائے یا نہ کر سکے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "غمزدہ حاجت مندوں کی مدد کرے"، صحابہ نے عرض کیا: اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں کو بھلائی کا حکم دے" یا فرمایا: "معروف کا حکم دے"، عرض کیا گیا: اگر یہ بھی نہ کر پائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے کو شر سے بچائے، یہ اس کے لئے صدقہ ہے"۔

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عَلَى كُلِّ نَفْسٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ صَدَقَةٌ مِنْهُ عَلَى نَفْسِهِ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! مِنْ أَيْنَ أَتَصَدَّقُ وَلَيْسَ لَنَا أَمْوَالٌ؟ قَالَ: «لأَنَّ مِنْ أَبْوَابِ الصَّدَقَةِ التَّكْبِيرُ، وَسُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ، وَتَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَتَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ، وَتَعْزِلُ الشَّوْكَةَ عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ، وَالْعَظْمَ وَالْحَجَرَ، وَتَهْدِي الأَعْمَى، وَتُسْمِعُ الأَصَمَّ، وَالأَبْكَمَ حَتَّى يَفْقَهَ، وَتَدُلُّ الْمُسْتَدِلَّ عَلَى حَاجَةٍ لَهُ قَدْ عَلِمْتَ مَكَانَهَا، وَتَسْعَى بِشِدَّةِ سَاقَيْكَ إِلَى اللَّهْفَانِ الْمُسْتَغِيثِ، وَتَرْفَعُ بِشِدَّةِ ذِرَاعَيْكَ مَعَ الضَّعِيفِ، كُلُّ ذَلِكَ مِنْ أَبْوَابِ الصَّدَقَةِ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ...».

[أحمد: ٣٥/٣٨٣، رقم الحديث: ٢١٤٨٤ (صحيح)]

"ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے ہر نفس پر اس کے نفس کی طرف سے صدقہ ہے"، تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم

کہاں سے صدقہ کریں اور ہمارے پاس مال ہی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "صدقہ کے ابواب میں سے تکبیر کہنا، سبحان اللہ پڑھنا، الحمد للہ پڑھنا، لا الہ الا اللہ پڑھنا، استغفر اللہ کہنا، اور لوگوں کو بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے، لوگوں کے راستے سے کانٹا، ہڈی اور پتھر ہٹانا ہے، اندھوں کو راہ دکھانا، بہرے اور گونگوں کو یہاں تک سنانا کہ وہ سمجھ لے، اپنے علم کے مطابق ایک راہ گیر کو اس کی مطلوب منزل تک رہنمائی کرنا، اور اپنے دونوں کی طاقت بھر غمزدہ وفریاد کرنے والوں کی مدد کی کوشش کرنا، اور ناتواں لوگوں کے ساتھ اپنے دونوں بازؤوں کو طاقت بھر اٹھائے رکھنا، یہ تمام کے تمام تمہاری جانب سے تمہارے پر صدقہ کے اقسام میں سے ہے"۔

رسول اللہ ﷺ کے قول «وَتَسْعَى بِشِدَّةِ سَاقَيْكَ» اور «تَرْفَعُ بِشِدَّةِ ذِرَاعَيْكَ» پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں انسان کی وسعت کی انتہا تک اٹھ کھڑے ہونے کی بات ہے تاکہ سماج میں بھلائی عام ہو اور اہل معاشرہ میں نوازشیں اور عطائیں بکھریں، یہی نہیں بلکہ یہ ایک ایسی تحریک ہے جو غموں ومصیبتوں سے مارے لوگوں کی مدد واعانت کی خاطر جانفشانی کو دعوت دیتی ہے، اب یہ مقام پیچھے رہنے اور ٹال مٹول کا مقام نہیں، بلکہ عزائم کو فعّال بنانے کی ٹھوس دعوت ہے، آگے بڑھنے کے قرار لینے اور بھلائی کے کاموں میں تنافس کرنے کا بہت اہم وقت ہے۔

امت پر شفقت ورحمت اوران کی نصرت ومدد پر ایسی بہت سی

مثالیں ہیں جو نبی رحمت کی رقت قلبی پر روشن دلیل ہیں، انہیں میں سے وہ روایت بھی ہے جسے جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں کہ ہم سب ٹھیک دوپہر کے وقت رسول اللہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اس دوران قبیلہ مضر کے چند لوگ یا پورے لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، پھٹے چوغے یا جبے، تلوار لٹکائے ہوئے آ پہونچے، ان کی اس فقر وفاقہ اور کسم پرسی کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجہ انور متغیر ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے، پھر باہر آئے، بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم فرمایا، اقامت کہی گئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، اس کے بعد خطبہ دیا اور فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء: ١]

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو، اور رشتے ناتے توڑنے سے بھی بچو، بیشک اللہ تعالی تم پر نگہبان ہے"۔

اور پھر فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [الحشر: ١٨]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل قیامت کے واسطے اس نے اعمال کا کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے، اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہارے ہر اعمال سے با خبر ہے"۔

تو چند لوگ اپنے دینار ودرہم، کپڑے، اور گیہوں و کھجور کے صاع بھر صدقہ کیئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر چہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو"۔راوی فرماتے ہیں: ایک انصاری شخص ایک بھری تھیلی کے ساتھ حاضر ہوئے، اس کے وزن سے ان کی ہتھیلیاں بے قابو ہو چکی تھیں، فرماتے ہیں: پھر یکے بعد دیگرے لوگ آتے گئے یہاں تک میں نے دیکھا کہ کپڑے اور غلے کے دو ڈھیر لگ گئے، پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے رخ مبارک کو دیکھا جو فرح وسرور سے ایسے کھلے تھے جیسے کہ ان پر سونے کی لڑیا پروئی گئی ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اسلام میں سنت حسنہ کو رواج دیا تو اس کا اجر اور اس کے بعد جو اس پر عمل پیرا ہو اس کا بھی اجر ہے، لیکن عمل کرنے والے کے اجر سے بغیر کچھ کم کئے ہوئے، اسی طرح جس اسلام میں سنت سیئہ (بدعت وباطل وغیرہ) رواج دیا تو اس کا گناہ وبوجھ اس پر ہے اور اس کے جو اس پر عمل پیرا ہوں ان کا بھی بوجھ ان کے بوجھ سے کم کئے بغیر بھی اس پر ہے"۔[مسلم: ۱۰۱۷]

یہ باہمی رحمت وشفقت اور ایک دوسرے کا ضامن ہونا اصل میں اس دین کی عظمت کا راز ہے، اور جب آپ ان شاندار اساسوں

میں کوتاہی کے شکار ہوتے ہیں جن سے رفق ورحمت عام ہوتی ہے، ایک مسلمان کے دل میں عطا ونوازش کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں، ایک مسلمان بھائی کے کسی خطے میں آباد ہونے کے باوجود اس کے تئیں ایک مسلمان کی ذمہ داری کے احساس کو بیدار کرتی ہیں تب اس کے بعد امت کا شیرازہ بکھرتا ہے، اس میں کمزوری پنپتی ہے، اور پھر دشمنان امت بھی اسے کمزور سمجھنے لگتے ہیں، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ، وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ، يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ». [أبو داود: ٤٩١٨ (صحيح)] ”مومن مومن کا آئینہ ہے، اور مومن مومن کا بھائی ہے، وہ اس کی جائیداد کی نگرانی کرتا اور اس کی غیر موجودگی میں اس کی حفاظت کرتا ہے“۔

⑥ عفو ودرگذر کی دعوت:

معافی وچشم پوشی ان نفیس خوبیوں میں سے ہے جو دل کی طہارت وپاکیزگی کا پتہ دیتی ہے یہ بلند کردار اور سخاوت نفس کو اجاگر کرتی ہے، یہی نہیں یہ اہل تقویٰ کی امتیازی اور روشن صفات پر بھی غماز ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَسَارِعُوٓاْ إِلَىٰ مَغۡفِرَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلۡأَرۡضُ أُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِينَ ١٣٣ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي ٱلسَّرَّآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَٱلۡكَٰظِمِينَ ٱلۡغَيۡظَ وَٱلۡعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلۡمُحۡسِنِينَ﴾ [آل عمران: ١٣٣-١٣٤]

"اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے ، جو لوگ آسانی میں اور سختی کے موقعہ پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے"۔

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ وَلَا يَأْتَلِ أُوْلُواْ ٱلْفَضْلِ مِنكُمْ وَٱلسَّعَةِ أَن يُؤْتُوٓاْ أُوْلِي ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينَ وَٱلْمُهَٰجِرِينَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُواْ وَلْيَصْفَحُوٓاْ ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [النور: ٢٢]

"تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو فی سبیل اللہ دینے سے قسم نہ کھا لینی چاہیے، بلکہ معاف کرلینا اور درگذر کرلینا چاہیے، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمادے؟ اللہ تعالیٰ قصوروں کو معاف فرمانے والا مہربان ہے"۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِن تُبْدُواْ خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُواْ عَن سُوٓءٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ﴾ [النساء: ١٤٩]

"اگر تم کسی نیکی کو اعلانیہ کرو یا پوشیدہ، یا کسی برائی سے درگذر کرو، پس یقینا اللہ تعالیٰ پوری معافی کرنے والا اور پوری قدرت والا ہے"۔

علامہ عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”آیت میں ﴿أَوۡ تَعۡفُواْ عَن سُوٓءٖ﴾ کا مطلب ایسے شخص سے درگذر کرنا ہے جس نے آپ کے بدن، مال، یا عزت آبرو میں رسوائی کی ہو، کیونکہ بدلہ عمل ہی کے جنس سے ہے، لہٰذا جو اللہ کے لیے معاف کریگا اللہ اسے معاف فرمائے گا، اور جو اللہ کے لیے بھلا کریگا تو اللہ بھی اس کا بھلا کرے گا“۔ (تفسیر السعدی: ۲۰۸۲)

عفو ایسی خوبی ہے جو بغض و کینہ کو پگھلا دیتی ہے، معاشرے میں قطع کلامی، اور باہمی تناؤ کے جملہ اسباب کو نیست ونابود کردیتی ہے، اس کے ذریعہ اللہ انسان کو شرف رفعت سے ہمکنار کرتا ہے اور اس کی قدر ومنزلت کو دو چند بنا دیتا ہے، جیسا کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَا نَقَصَتۡ صَدَقَةٌ مِنۡ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبۡدًا بِعَفۡوٍ إِلاَّ عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلاَّ رَفَعَهُ اللهُ». [مسلم: ۲۵۸۸] ”صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی، عفو سے اللہ بندے کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے، اللہ کی خاطر خاکساری اختیار کرنے سے اللہ بلندی درجات عطا کرتا ہے“۔

امت کی تاریخ میں عفوودرگذر کے مناظر:

امت کی تاریخ میں عفوودرگذر کے مناظر کی مثالیں شمار سے کہیں زیادہ موجود ہیں، لیکن ان میں سے صرف تین مثالوں پر ہی اکتفا کررہے ہیں:

۱- نبی رحمت ﷺ کا اہل مکہ کو درگذر کرنا:

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: احد کے دن معرکہ میں چوسٹھ (۶۴) شخص انصار میں سے اور چھ (۶) مہاجرین میں سے قتل کیے گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اس جیسا دن ہمیں مشرکوں کے تعلق ہاتھ آگیا تو ہم ان کے خلاف شدید اور زور دار قوت کا مظاہرہ کریں گے“، جب فتح مکہ کا دن آیا تو ایک گم نام شخص نے کہا: آج کے بعد قریش کا نام ونشان نہ ہو گا، اتنے میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ اعلان ہوا: «أَمِنَ الأَسْوَدُ وَالأَبْيَضُ، إِلاَّ فُلاَنًا وَفُلاَنًا».

”کالے گورے سب کو امان دیا جارہاہے، سوائے فلاں فلاں شخص کے“ اور آپ ﷺ نے چند لوگوں کو نامزد فرمادیا، اتنے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ﴾ [النحل: ١٢٦]

”اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو، اور اگر صبر کرلو تو بیشک صابروں کے لیے یہی بہتر ہے“۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «نَصْبِرُ وَلاَ نُعَاقِبُ». ”ہم صبر کو اپنائیں گے، اور بدلہ نہ لیں گے (مسند احمد ۱۳۵۵ ،رقم الحدیث: ۲۱۲۲۹ قال الالبانی: حسن صحیح الاسناد)،

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اکرم ﷺ نے یوں

فرمایا: «كُفُّوا عَنِ الْقَوْمِ». ”ٹھہر جاؤ، قوم کو کوئی زک نہ پہونچے“۔ (مسند احمد ۱۳۵۵ رقم الحدیث: ۲۱۲۳۰، قال شعیب ارنؤوط: اسنادہ حسن)

۲- نبی ﷺ کا قتل کے ارادہ سے آنے والے شخص کو معاف فرمانا:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ ایک دفعہ نجد کے علاقہ میں ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، جب آپ ﷺ غزوہ سے واپس ہوئے تو آپ کے ساتھ وہ بھی واپس آئے، کانٹے دار گنجان درختوں کی وادی میں (شدید گرم دوپہر کے وقت) قیلولہ کی ضرورت محسوس کی، وہیں آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا، اور لوگ سایہ حاصل کرنے کی خاطر ادھر ادھر کانٹے دار درختوں کے درمیان بکھر گئے، اور آپ ﷺ نے بھی ایک کانٹے دار درخت کے نیچے اترے ،اور اسی درخت سے تلوار لٹکا دی، (اور سو گئے) جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی ہمیں ذرا سی ہی نیند آئی تھی کہ اچانک اتنے میں رسول اللہ ﷺ کی پکار کی آواز سنائی دی، ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے سامنے ایک اعرابی (بدو) بیٹھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا، فَقَالَ لِي: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قُلْتُ: اللهُ،فَهَا هُوَ جَالِسٌ». [البخاري: ٤١٣٥، مسلم: ٨٤٣] ”میں سویا تھا اور اس نے میری

تلوار سونت لی، اتنے میں میں بیدار ہوگیا، اور ننگی تلواراس کے ہاتھ میں تھی، اور اس نے مجھ سے کہا: تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ ، میں نے اسے جواب دیا: '' اللہ،تو یہ وہی شخص بیٹھا ہوا ہے''، پھر آپ ﷺ نے اس سے اپنے غصہ کا اظہار نہ کیا۔ (بخاری: ۴۱۳۵، مسلم: ۸۴۳)

ایک دوسری روایت میں یوں مروی ہے :(جب آپ نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ ہمارا محافظ اللہ ہے تو اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر پڑی، پھر وہ تلوار آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں اٹھا کر فرمایا: (اب بتاؤ)

«مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟». '' مجھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ آپ بہتر پکڑنے والے ہوئیے (کرم فرمائیے) آپ ﷺ نے فرمایا: «أَتَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ؟» [أحمد: ۲۳/ ۱۹۳ رقم: ۱٤۹۲۹، صححه الأرنؤوط] ''کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں'' اس نے کہا: نہیں، لیکن میں آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں آپ سے نہیں لڑوں گا، اورنہ آپ سے لڑائی کرنے والوں کا ساتھ دوں گا، تو آپ ﷺ نے اس کی راہ چھوڑدی، جابر کا بیان ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے پاس جاکر کہا: میں تمہارے پاس سب سے اچھے انسان کے پاس سے آرہاہوں۔

۳- ابوبکر صدیق کا مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہما کو معاف کرنا:

جب حادثہ افک (تہمت طرازی) رونما ہوا، اور بعض گپ بازوں

نے خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اللہ تعالی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برائت میں (سورہ نور کی دس) آیتیں نازل فرمادی، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ (جو مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہما کی قرابت داری (خالہ زاد بھائی) اور ان کے فقر کے باعث ان پر خرچ کرتے تھے) نے فرمایا: آج کے بعد سے جو کچھ بھی انہوں نے عائشہ کو کہا اس کی وجہ سے اللہ کی قسم میں ان پر کچھ بھی اور کبھی بھی خرچ نہ کروں گا، تو اللہ نے قرآن کریم کی یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [النور: ٢٢]

”تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو فی سبیل اللہ دینے سے قسم نہ کھالینی چاہیے، بلکہ معاف کرلینا اور درگذر کرلینا چاہئے، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالی تمہارے قصور معاف فرمادے؟ اللہ قصوروں کو معاف فرمانے والا مہربان ہے“۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم مجھے یہی محبوب ہے کہ اللہ میرے قصور معاف فرمادے، پھر آپ نے مسطح کی مالی سرپرستی واپس شروع کردی، اور یہ بھی فرمایا: اللہ کی قسم! اب میں کبھی بھی ان پر خرچ کرنے سے باز نہیں رہوں گا۔ (البخاری: ۴۷۵۰ مختصرا)

حقیقی عبودیت تو یہی ہے کہ اس میں ادنی ہچکچاہٹ اور تردد بھی نہ ہو، اور سچی قبولیت بھی یہی ہے جس پر دل کی چاہتیں اثر انداز نہ ہوں۔

معاشرے میں لغزشوں اور قصور سے معافی و درگذر کی روح کی اشاعت شفقت ومہربانی کی نشرواشاعت کے اہم ترین اسباب میں سے ہے، نیزجفائیں نیست ونابود ہوتی ہیں، اور نیکی، الفت ومحبت، حسین تعلقات کی ہر رنگ میں اس کے ثمرات ضوفشاں ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ٱدۡفَعۡ بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ فَإِذَا ٱلَّذِي بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهُۥ عَدَٰوَةٞ كَأَنَّهُۥ وَلِيٌّ حَمِيمٞ ٣٤ وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ٱلَّذِينَ صَبَرُواْ وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٖ﴾ [فصلت: ٣٤-٣٥]

"برائی کو بھلائی سے دفع کرو، پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہوجائے گا جیسے دلی دوست،اور یہ بات انہی کو نصیب ہوتی جو صبر کریں، اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پاسکتا ہے"۔

اس آیت پر تعلیقاً شیخ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ عفو ودرگذر اور دشمن کے ساتھ حسن سلوک اسے جگری دوست میں تبدیل کرسکتا ہے تو آپ کا کیا خیال ہے ان مضبوط حق والے دوست، رشتہ دار اور ہم جولیوں کا جن کے ساتھ حسن سلوک کا عمل ہو، اور

جب کہ ان کے پاس دلی لگاؤ بھی ہو جو اور بھی زیادہ مضبوط و مستحکم ہے

(الریاض الناصرۃ: ۴۳۱-۴۳۲)

بشری نفس تربیت اور اخلاقی تہذیب کی ضرورت مند ہے، لہذا انسان کا اپنے حق سے دست بردار ہونا آسان کام نہیں ہے، اپنے حق میں قصوروار کو یا ظلم کرنے والے کو معاف کرنا بھی معمولی بات نہیں، لیکن اللہ کی طاعت سے معمور بڑے بڑے دل اس بات کا خوب ادراک رکھتے ہیں کہ وہ عفوودرگذر کے ذریعہ اپنے معاملے میں زیادہ قادر اور اپنے حقوق کے بڑے محافظ اور بڑے شرح صدر والے ہیں۔

یہ عجیب سی بات ہے کہ چند نادان کی نظر میں درگذر کرنے سے قدرو منزلت گھٹ جاتی ہے، اور حق مرتا ہے، یہ بات بالکل غلط ہے اس میں ادنی سچائی بھی نہیں ہے بلکہ معافی درگذر عزت ورفعت، علامت بلندی نفس، اور صفائے قلب کا نام ہے، ان خوبیوں سے متصف ہونا ان پر واجب ہے ان میں اولی علماء و دعاۃ ہیں جن کے باہمی تعلقات انہیں اصولوں پر قائم ہوں کیوں کہ وہ معاشرے میں اسوۃ و نمونہ کا کردار ادا کرتے ہیں، لہذا جب ان میں باہمی شفقت ومروت اور معافی کمزور پڑجائے تو ان کے سوا اوروں میں اس کا کمزور پڑنا بدرجہ اولی ہو گا۔

مسلمانوں کی پردہ داری:

بھائی چارگی کا مطلب اور شفقت ومہرانی کی علامت ونشانی خطا کار کی لغزشوں پر پردہ پوشی کرنا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«لاَ يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا إلاَّ سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». [مسلم: ٢٥٩٠]. ”کوئی بھی بندہ جب دنیا میں کسی بھی بندے کی عیب پوشی کرتا ہے، تو اس کے بدلے اللہ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی فرمائے گا“۔

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے یوں فرمایا:

«مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ». [مسلم: ٢٦٩٩] ”جو شخص کسی مسلمان کی پردہ داری کرتا ہے، اللہ دنیا و آخرت دونوں میں اس کی پردہ داری فرماتا ہے“۔

اور اسی کے ضمن میں گناہوں کا درگزر کرنا بھی آتا ہے جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا أَقَالَهُ اللهُ». [أبو داود: ٣٤٦٠، ابن ماجه: ٢١٩٩، (صحيح)] ”جو کوئی اپنے مسلمان بھائی سے فروخت کا معاملہ فسخ کرلے (بکا ہوا سامان واپس لے لے) تو اللہ تعالی اس کے گناہ (بروز قیامت) مٹادے گا“۔

بلاشک وشبہ یہ مسلمانوں کے لئے سلامت صدر اور طہارت قلب کے قبیل سے ہے، یہی نہیں آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس اخلاق نبیلہ اور بلند بالا ادب پر غورکریں جس وقت انہوں نے فرمایا: «لَوْ لَمْ أَجِدْ لِلسَّارِقِ وَالزَّانِي وَشَارِبِ الْخَمْرِ إلاَّ ثَوْبِي لأَحْبَبْتُ أَنْ أَسْتُرَهُ». [عبد الرزاق: ١٠/٢٢٧ رقم ١٨٩٣١] ”اگر میرے پاس اس کپڑے کے علاوہ کوئی اور کپڑا ہوتا تو مجھے یہ زیادہ پسندیدہ ہوتا کہ چوری کرنے

والے، اور شراب پینے والے، زنا کرنے والے لوگوں کو میں اس سے چھپا دیتا" (مصنف عبدالرزاق: ۱۰/۲۲۷ رقم: ۱۸۹۳۱)۔

اخلاق و ادب کی یہ تجلیات اگر اہل معاصی کے حق میں رونما ہورہی ہیں تو بدرجۂ اولی علماء و دعاۃ کی لغزشیں اور غلطیاں اس سے مستثنی نہیں، اس کے متعلق رسول ﷺ فرماتے ہیں: «أَقِيلُوا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلاَّ الْحُدُودَ». [أبو داود: ٤٣٧٥، (صحيح)] "صاحب حیثیت اور محترم وباوقار لوگوں کی لغزشوں کو سوائے حدود کے معاف کردیا کرو"۔

لوگوں کے ٹوہ میں پڑنے کا کام، اور ان کی لغزشوں اور کمیوں کی تلاش و جستجو نہایت گرے ہوئے صاحب اخلاق ہی کی کارستانیاں ہوتی ہیں یا یہ کام بڑے ملامت والے، تھوڑی مروت والے اور کمزور دین والے شخص کا ہی ہوسکتا ہے، اللہ تعالی نے بڑی صراحت ووضاحت کے ساتھ اس کی ممانعت فرمائی ہے: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوا﴾ [الحجرات: ١٢] "تم لوگ کسی کی ٹوہ میں مت پڑو"، رسول اللہ ﷺ نے اسے فساد وتباہی قرار دیا ہے، جیسا کہ معاویہ نے فرمایا کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

«إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ». [أبو داود: ٤٨٨٨، (صحيح)] "اگر تم لوگوں کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑوگے، تو تم ان میں بگاڑ پیدا کردوگے، یا قریب ہے کہ ان میں اور بگاڑ پیدا کردو" یعنی راز فاش ہوجانے کی صورت میں ان کی جھجھک ختم ہوجائے گی اور کھلم کھلا گناہ کا ارتکاب کریں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے اس فعل کی شدید نکیر فرمائی، اور اس کے ارتکاب کرنے والے کی فضیحت اور پردہ دری کا وعدہ فرمایا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور بلند آواز سے پکار کر کہا: «يَا مَعْشَرَ مَنْ قَدْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُفْضِ الإِيمَانُ فِي قَلْبِهِ! لاَ تُؤْذُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلاَ تُعَيِّرُوهُمْ، وَلاَ تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ؛ فَإِنَّ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ تَتَبَّعَ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ تَتَبَّعَ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ». [الترمذي: ٢٠٣٢، (حسن) غاية المرام: ٢٤٠]

”اے ان لوگوں کی جماعت جو اپنی زبان سے ایمان لائے، اور ان کے دل میں ایمان داخل نہ ہوا! مسلمانوں کو ایذا مت پہونچاؤ، اور ان کے فعل کی برائیوں کو بیان مت کرو، ان کی پوشیدہ رازوں کی تتبع وتلاش میں مت پڑو، کیونکہ جو اپنے بھائی کی پوشیدہ رازوں کی تتبع میں لگ جاتا ہے تو اللہ بھی اس کی پوشیدہ رازوں کی تتبع کرنے لگتا ہے، اور اللہ جس کے پوشیدہ رازوں کی جستجو کرتا ہے اسے رسوا کردیتا ہے، چاہے وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ چھپا بیٹھا ہو“۔

نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں مسلمانوں کی عزت وناموس کی پردہ دری کرنے والوں کو متنبہ وچوکنا کیا ہے، اور انسان کی کرامتوں کی صیانت اور ان کی قدر ومنزلت اور شہرت کے اصولوں وجڑوں کو مضبوط کیا ہے، اور حقیقت میں یہی معاشرے میں باہمی الفت ومحبت اور شفقت ومہربانی کے عظیم اسباب ہے۔

مجالس اور بعض اجتماعی پروگراموں میں لوگوں کی واقعیت پر غور وفکر اور بعض موجودہ ذرائع ابلاغ پر نظر کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کچھ لوگوں کی اپنے بھائی کی عزت وآبرو کے خلاف گفتگو کرنا غذا کی حیثیت رکھتی ہے، وہ ان کی لغزشوں کے پھیلانے اور عام کرنے میں اور ان کی غلطیوں کی شکار میں ذرا بھی پرہیز نہیں کرتے۔ اس بات کا اندیشہ لاحق ہوگیا کہ کہیں یہ اہل ایمان میں فحش پھیلانے کے قبیل سے نہ ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ وعید فرمائی ہے۔

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلۡفَٰحِشَةُ فِي ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٞ فِي ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةِۚ وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ وَأَنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ﴾ [النور: ١٩]

"جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں، ان کے لیے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہیں، اللہ سب کچھ جانتا ہے، اور تم کچھ بھی نہیں جانتے"۔

۸- تنگ دست پر تخفیف کرنا:

تنگ دست اور پریشان حال پر تخفیف کرنے سے معاشرے میں الفت ومحبت عام ہوتی ہے اور یہ عاہمی شفقت ومہربانی کا اہم باب ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنَجِّيَهُ اللهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ». [مسلم: ١٥٦٣] "جو اس سے خوش ہو کہ قیامت کے دن کے غم سے اللہ اسے بچالے تو چاہیے کہ کسی تنگ حال شخص کو مہلت دے دے۔ یا تنگ دست کے قرض کو ختم کردے"۔

ایک حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا، أَوْ وَضَعَ عَنْه، أَظَلَّهُ اللهُ فِي ظِلِّه». [مسلم: ٣٠٠٦] "جس نے کسی تنگ دست قرضدار کو مہلت دی یا قرض معاف کر دیا، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایے میں جگہ فرمائے گا"۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے منع فرماتے ، اور انہیں اپنے بھائیوں پر نرمی وشفقت کا برتاؤ کرنے کی نصیحت فرماتے، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے فرماتی ہیں: سَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَوْتَ خُصُوم بِالْبَاب، عَالِيَةً أَصْوَاتُهُمْ، وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الآخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِي شَيْءٍ، وَهُوَ يَقُولُ: وَاللهِ! لاَ أَفْعَلُ. فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَيْنَ الْمُتَأَلِّي عَلَى اللهِ لاَ يَفْعَلُ الْمَعْرُوفَ؟» فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَلَهُ أَيُّ ذَلِكَ أَحَبَّ». [البخاري: ٢٧٠٥، مسلم: ١٥٥٧]

"دروازے پر آپ ﷺ نے دو جھگڑنے والوں کی آواز سنی، ان کی آواز کافی اونچی تھی، آپ ﷺ نے کیا دیکھا کہ ان میں ایک دوسرے سے قرض میں سے کچھ ہٹانے کا، اور ادائیگی کے مطالبہ میں کچھ نرمی کرنے کی گزارش کررہا ہے، اور دوسرا یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ کی قسم ایسا نہیں کروں گا۔ اتنے میں آپ ﷺ گھر سے باہر نکل کر ان کے پاس آئے اور فرمایا: بھلائی نہ کرنے کی اللہ پر قسم کھانے والا کدھر ہے"، تو اس شخص نے فرمایا: اے اللہ کے رسول میں ہوں، تو

اس کے لیے ہے جو بھی وہ پسند کرے۔" یعنی کچھ ہٹایا بھی جاسکتا ہے۔ اور نرمی کی جاسکتی ہے"۔(بخاری: ۲۷۰۵، مسلم: ۱۵۵۷)

امام نووی نے اس باب میں چند ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ان احادیث میں تنگ دست کو مہلت دینے، کہ پورا قرض یا زیادہ وکم قرض میں سے کچھ ختم کر دینے کی فضیلت ہے، تقاضا کرنے، اور ادائیگی کا مطالبہ کرنے میں چاہے وہ خوش حال سے ہو یا تنگ حال سے دونوں صورتوں میں مسامحت کی بڑی فضیلت ہے، اس میں قرض میں سے کچھ چھوڑ دینے کی بھی فضیلت بتائی گئی ہے، ساتھ ساتھ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ تھوڑے بھلائی کے کام بھی حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے کیونکہ یہ ممکن ہے یہ سعادت مندی اور رحمت کا ذریعہ ثابت ہو)۔(شرح النووی: ۱۰ /۲۲۴)۔

قرض کی ادائیگی میں لوگوں پر سختی تنازعہ کے عوامل کو بھڑکاتی ہے، اور بالخصوص یہ جب ایک تنگ دست کے ساتھ ہو، اور اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ اپنی دعاؤں میں اس انداز میں اللہ کی پناہ چاہتے تھے"۔ ضلع الدین وغلبۃ الرجال: (بخاری: ۶۳۶۳)

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ "ضلع الدین" سے یہاں مراد قرض کا بوجھ اور اس کی شدت ہے، اور یہ جب کہ قرض دار ادائیگی نہ کرپاتا ہو اور بالخصوص مطالبہ کے وقت: (فتح الباری: ۱۱/۱۶۴)۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ قرض کی ادائیگی میں دلچسپی

نہ لینا، اور ٹال مٹول کرنا قابل مذمت ہے، جس سے شارع حکیم نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ». [البخاري: ٢٢٨٧، مسلم: ١٥٦٤] ”مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے“، اس لیے ہر حق والے کا حق رحمت وشفقت اور احسان کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔

۹- پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَٱعْبُدُوا ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا وَبِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْجَارِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْجَارِ ٱلْجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلْجَنۢبِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾ [النساء:٣٦]

”اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو، اور رشتہ داروں سے، یتیموں اور مسکینوں سے او رقرابت دار ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھ سے، اور راہ کے مسافر سے، اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں (غلام کنیز)۔ یقینا اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں، اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا“۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ».

[البخاري: ٦٠١٤، مسلم: ٢٦٢٤] ”جبرئیل علیہ السلام ہمسایہ کے بارے میں مجھے وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے وارث بنا دیں گے“۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُ الأَصْحَابِ عِنْدَ اللهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهِ، وَخَيْرُ الْجِيرَانِ عِنْدَ اللهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهِ». [أحمد: ١٢٦/١١، رقم: ٦٥٦٦، وقال الأرنؤوط: إسناده قوي على شرط مسلم]

”اللہ کے نزدیک دوستوں میں بہتر دوست وہ ہے جو اپنے دوست کے لیے بہتر ہے۔ اور پڑوسیوں میں اللہ کے نزدیک بہتر پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں بہتر ہو“۔

اللہ کے نبی اکرم ﷺ نے نیک ہمسایہ کو خوش بختی کے اسباب میں شمار کیا ہے جیسا کہ نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ: الْجَارُ الصَّالِحُ، وَالْمَرْكَبُ الْهَنِئُ، وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ». [أحمد: ٨٦/٢٤، رقم: ١٥٣٧٢، وصححه الأرنؤوط] ”آدمی کی بعض سعادت مندی یہ ہے: نیک پڑوسی، خوش گوار سواری، کشادہ گھر“۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: پڑوسی کا نام مسلم وکافر، عابد وفاسق، دوست دشمن، پردیسی وصاحب وطن، نفع بخش اور نقصان دہ، اپنے وپرائے، گھر سے قریب یا دور سب کو شامل ہے، پڑوسی کے چند مراتب ہیں جو بعض بعض سے اعلیٰ ہیں، ان میں اعلیٰ مراتب وہ ہیں

جن میں پہلے کی تمام خوبیاں پائی جائیں، پھر اس کے بعد درجہ یہ ہے جس میں اکثر خوبیاں پائی جائیں، ایسے ایک ایک کا اندازہ لگایئے۔اور اس کے بر خلاف اسی طرح جن میں دوسری صفات اکٹھا ہوجائیں، تو ہر حق والے کو اس کے حسب حال اس کا حق دیا جائے گا۔ (فتح الباری:۱۰/۴۴۱- ۴۴۲)

ہمسایوں میں باہمی رفق ومہربانی معاشرے میں استقرار، گھلنے ملنے، چین وسکون کے عام ہونے میں بہت اہم رول ادا کرتی ہے، پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے چند اہم پہلو یہ ہیں:

أ- پڑوسی کی برائی کرنے سے بچنا:

پڑوسی کے ساتھ برا سلوک کرنے کے متعلق نہایت شدید تحذیر آئی ہے، اور ابو شریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«واللهِ لاَ يُؤْمِنُ، وَاللهِ لاَ يُؤْمِنُ، وَاللهِ لاَ يُؤْمِنُ» قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «الَّذِي لاَ يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ». [البخاري: ٦٠١٦] ”اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں“صحابہ نے پوچھا: کون یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: ”جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں“۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلاَ يُؤْذِ جَارَهُ». [البخاري:

٦٠١٨] ”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ پہونچائے“۔

ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حامل ایمان مخلوقات الٰہی پر شفقت ومہربانی کی خوبیوں سے متصف ہے، بھلائی کی گفتگو، شر سے روکنا، ان کے لیے فائدہ مند کام کرنا اور جو چیزیں ان کے لیے ضرر رساں ہوں اسے ترک کرنا حقیقی شفقت ومہربانی ہے“۔ (فتح الباری: ١٠/٤٤٦)

لیکن اس کے لیے کیا معیار ومیزان ہے جس سے کہ ایک برا سلوک کرنے والے ہمسایہ سے حسن سلوک کرنے والے ہمسایہ کو پہچانا جائے؟ معیاری وہی شعور وآگہی ہے جو ایک ہمسایہ اپنے ہمسایہ کے متعلق اپنے سینہ میں محسوس کرتا ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے فرمایا: یہ مجھے کیسے معلوم ہو کہ میں نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے یا برا برتاؤ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا سَمِعْتَ جِيرَانَكَ يَقُولُونَ: قَدْ أَحْسَنْتَ، فَقَدْ أَحْسَنْتَ، وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُولُونَ: قَدْ أَسَأْتَ، فَقَدْ أَسَأْتَ». [أحمد: ٣٥٧/٦، رقم: ٣٨٠٨، ابن ماجه: ٤٢٢٣، وصححه الأرنؤوط]

”جب آپ اپنے ہمسایہ سے کہتے ہوئے سنیں: آپ نے یقینا اچھا برتاؤ کیا، تو (جان لو) یقینا آپ نے حسن سلوک کیا ہے، اور اگر آپ اسے یہ کہتے ہوئے سنیں: آپ نے بڑا برا سلوک کیا، تو (جان لو) کہ یقینا آپ نے برا سلوک کیا“۔

(ب) ہمسایہ کے آبرو کی حفاظت:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے پوچھا: أيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ الله؟ قَالَ: «أَنْ تَجْعَلَ لِلَّه نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ» قُلْتُ: إِنَّ ذَلِكَ لَعَظِيمٌ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ» قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ». [البخاري: ٤٤٧٧، مسلم: ٨٦] اللہ کے نزدیک سب سے عظیم گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے خالق اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا“، میں نے کہا: یقینا یہ تو بہت بڑا گناہ ہے، پھر میں نے عرض کیا: پھر اس کے بعد کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آپ اپنے بچے کا قتل اس خوف سے کردیں کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا“، پھر میں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سا گناہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ” آپ اپنے پڑوسی کے بیوی کے ساتھ زنا کریں“۔

اتنا ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے پڑوسی کی آبرو پر حملہ کو دو چند قرار دیا ہے، مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: «مَا تَقُولُونَ فِي الزِّنَا؟» قَالُوا: حَرَّمَهُ اللهُ وَرَسُولُهُ؛ فَهُوَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لأَنْ يَزْنِيَ الرَّجُلُ مِنْ بِعَشْرَةِ نِسْوَةٍ أَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَزْنِيَ بِامْرَأَةِ جَارِهِ» قَالَ: فَقَالَ: «مَا تَقُولُونَ فِي السَّرِقَةِ؟» قَالُوا: حَرَّمَهَا اللهُ وَرَسُولُهُ؛ فَهِيَ حَرَامٌ. قَالَ: «لأَنْ يَسْرِقَ الرَّجُلُ

مِنْ عَشْرَةِ أَبْيَاتٍ أَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَسْرِقَ مِنْ جَارِهِ». [أحمد: ٣٩/٢٧٧، رقم: ٢٣٨٥٤، وقال الأرنؤوط: إسناده جيد]

"زنا کے بارے میں تم کیا کہتے"، صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول نے اسے حرام قرار دیا، اور وہ تو قیامت کے دن تک حرام ہے، تو رسول ﷺ نے فرمایا: "کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے یہ اس پر اس سے زیادہ آسان کہ وہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے"۔ مقداد فرماتے ہیں: رسول ﷺ نے پھر فرمایا: "چوری کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے"؟ صحابہ نے عرض کیا: اسے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے تو یہ بھی حرام ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کوئی شخص دس گھروں میں چوری کرے اس پر اپنے پڑوسی کے گھر چوری کرنے سے زیادہ آسان ہے" (مسند احمد ۲۷۷/۳۹، رقم الحدیث: ۲۳۸۵۴، اسنادہ جید)

(ج) پڑوسی کی خبر گیری:

ہمسایہ کی خبر گیری اور اس پر اطمینان یہ پڑوسی کے حالات سے باخبری اور حرص کا تقاضا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا آمَنَ بِي مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ، وَجَارُهُ جَائِعٌ بِجَنْبِهِ وَهُوَ يَعْلَمُ بِهِ». [الطبراني في الكبير، (صحيح)] "وہ شخص مجھ پر ایمان نہ لایا جو شکم سیر ہو کر سوئے حالانکہ اس کی دانست میں یہ بات ہے کہ اس کے پاس میں اس کا پڑوسی بھوکا ہے"۔ (الطبرانی فی الکبیر، صححہ الألبانی الصحیحہ: ۱۴۹)

ایسا اخلاق دور حاضر میں نادر یا ناپید کی صورت اختیار کرگیا ہے،مادی زندگی نے لوگوں کو بعض لوگوں سے غافل کردیا، اور دور کردیا ہے، ذاتی کاموں میں ہی انہیں کافی مشغول بنا دیا ہے، بات یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ آدمی اپنے بیشتر پڑوسیوں کو نہیں پہچانتا، چہ جائیکہ اسے ان کے احوال کا علم ہو اور ان کی ضروریات وحاجات کی جستجو!۔

(د) ہدیہ کی نوازش سے ہمسایہ سے برابر تعلق رکھنا:

تعلقات اورروابط کو مضبوط بنانے میں اور الفت ومحبت کی جڑوں کو پختہ بنانے میں تحائف وہدیے کے تبادے کا بڑا اور بنیادی کردار ہے، جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: «تَهَادَوْا تَحَابُّوا». [الأدب المفرد: ٥٩٤، (حسن)] ”ایک دوسرے کو ہدیہ دو، آپس میں محبت پیدا ہوجائے گی“۔

ایک حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ سے آئی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يَا أَبَا ذَرٍّ! إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَكَثِّرْ مَاءَهَا، وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ». [مسلم: ٢٦٢٦] ”اے ابوذر ! جب شوربہ پکاؤ تو پانی زیادہ ڈال لو، اور ہم سایوں کا خیال رکھو“۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یوں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ! لاَ تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ جَارَتَهَا وَلَوْ فِرْسَنَ شَاةٍ». [البخاري: ٢٥٦٦، مسلم: ١٠٣٠]

”اے مسلمان عورتو! تم اپنی ہمسائی کے لیے کوئی چیز معمولی نہ سمجھو، چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو“۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں! اس میں متعلق محذوف ہے اس کی اصل عبادت یوں ہے: "ہدیۃ مھداۃ"، اور اس سے معمولی چیز ہدیہ دینے اور اسے قبول کرنے میں مبالغہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، کیونکہ بڑی تعداد میں ہدیہ ہمہ دم میسر نہیں ہوتا، اور اگر تھوڑا تھوڑا ہی برابر عنایت ہوتا رہے تو وہ زیادہ کی شکل اختیار کرلیتا ہے، اور اس میں تکلف برطرف اور محبت مستحب ہے۔ (فتح الباری: ۱۹۸۵)۔

بھلائی کے کاموں میں ہمسایہ کا تعاون:

عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اور عوالی مدینہ میں سکونت پذیر بنی امیہ بن زید کے ہمارے ایک انصاری پڑوسی باری باری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے، ایک دن وہ اور ایک دن میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ، جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تو اس دن کی وحی اور غیر وحی کی خبر لے کراپنے پڑوسی کے پاس آتا، اور جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو وہ بھی اسی طرح کرتے.. (بخاری: ۸۹)۔

بھلائی کے ابواب میں ہمسایوں کا ایک دوسرے کا تعاون کرنا نہایت وسیع باب ہے، اسی میں ایک دوسرے کی مناصحت اور باہمی تذکرہ ہے، اور اسی کے سایہ میں اپنے بھائیوں کی نگہداشت اور خیر گیری میں کندھے سے کندھا جوڑنا ہے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں پڑھا لکھا نمائندہ طبقہ پڑوسیوں کی توجیہ ورہنمائی اور معاشرے کی قیادت میں مثبت کردار نبھائیں۔

١٠-تمام معاملات میں نرمی وسہولت:

خرید وفروخت اور قرض کا مطالبہ عموماً لوگوں کے درمیان نقطہ اختلاف ہے،اسی بنا پر نبی کریم ﷺ اخلاق سنوارنے والی اور کینہ وعدوات مٹانے والی نرمی برتنے کی تلقین فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا:

«رَحِمَ اللهُ رَجُلاً سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى». [البخاري: ٢٠٧٦] ”بیچنے کے وقت، خریدنے کے وقت اور قرض وصولی کے وقت نرمی وسہولت برتنے والے شخص پر اللہ اپنی مہربانی کرے“۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں یوں فرمایا: «دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ بِسَمَاحَتِهِ قَاضِيًا وَمُقْتَضِيًا». [أحمد: ١/٥٥٠، رقم: ٦٩٦٣، وحسن إسناده المحقق] ”ایک شخص اپنے قرض کی ادائیگی اور وصولی میں نرمی کے سبب جنت میں داخل ہوا“۔

ٹھیک اسی کے مقابلے میں لڑائی وجھگڑے ان مذموم صفات کے پیش خیمے ہیں جو کینہ وبغض کو ہوا دیتے اور غیروں کو اختلاف وعدوات پر اکساتے اور مضطرب کرتے ہیں۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الأَلَدُّ الْخَصِمُ». [البخاري: ٢٤٥٧، مسلم: ٢٦٦٨] ”زیادہ لڑنے جھگڑنے والا شخص اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ (مبغوض) قابل نفرت ہے“۔

١١- لوگوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ». [البخاري: ٦٥٢] ”ایک شخص راستے میں چلتا ہے، اور راستے پر پڑی کانٹے کی ڈالی پاکر اسے راستے سے ہٹا دیتا ہے، اللہ اس کے اس فعل سے راضی ہو کر اسے معاف فرما دیتا ہے“۔

بظاہر یہ بہت معمولی سا عمل ہے، لیکن جب نیت صالح ہو، اور دل مسلمانوں کے لیے بغض وحسد سے پاک وسلیم ہو، انہیں ایذا رسانی کا نہیں بلکہ ان کے ساتھ شفقت ومہربانی کا ارادہ ہو، یہی چیز جنت میں داخلے کو واجب بنا دیتی ہے، اور جب یہ کانٹے دار شاخ راستے سے ہٹانے سے حاصل ہو تو بھلا اس کا کیا کہنا جو اس سے بڑی نقصان دہ چیز راستے سے دور کرے؟۔

اس میں شک نہیں کہ معاشرے کی سمت آدمی کی ذمہ داری کے احساس ہی اسے بھلائی کرنے پر حریص ومجبور بنا دیتے ہیں بلکہ اپنے بھائیوں کو ہر قسم کی برائیوں سے بچانے کا جوش اور انہیں تمام طرح کی ناپسندید چیزوں سے حفاظت کے جذبہ صادق سے سرشار کردیتے ہیں۔

١٢- مزدور وخادم پر شفقت اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ:

خادم، مزدور پر نرمی ومہربانی اور ان کے ساتھ حسن سلوک محاسن آداب کی ایک جھلک ہے اور یہ کمزوری کمزوروں کی خاطر رقت قلب اور

تواضع وانکساری کی واضح ثبوت ہے۔ اسی بنا پر نبی مکرم ﷺ نے ان سے حسن معاملہ، ان کی کرامت کی تعظیم اور ان کے حقوق کی رعایت ونگرانی کی وصیت فرمائی، ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمَ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلاَ تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ». [البخاري: ٣٠، مسلم: ١٦٦١] ”تمہارے یہ بھائی تمہارے غلام ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے زیردست بنایا ہے، تو جس کا بھائی اس کے زیردست ہو تو وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھائے، اور وہی پہنائے جو خود پہنے، اور انہیں اس چیز کا مکلف مت بنائے جو ان پر غالب ہوجائے، اور اگر انھیں مکلف بنائیں تو اس میں ان کی مدد کریں“۔(بخاری: ۳۰، مسلم: ۱۶۶۱)

رسول اللہ ﷺ کے شمائل کو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں: «مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَادِمًا لَهُ قَطُّ، وَلاَ امْرَأَةً لَهُ قَطُّ، وَلاَ ضَرَبَ بِيَدِهِ إِلاَّ أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللهِ». [أحمد: ٣٧/٤٠، رقم: ٢٤٠٣٤، وصححه الأرنؤوط] ”رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے کسی خادم کو نہیں مارا، اور نہ ہی کبھی اپنی کسی بیوی کو، اور مارا بھی تو جہاد فی سبیل اللہ میں مارا“۔

خادموں کی کرامت کی عظمت پر حرص نبی (ﷺ) کی یہ جھلک بھی قابل دید ہے کہ آپ نے انہیں مارنے کی اجازت نہ

دی گرچہ ان سے غلطیاں سرزرد ہوجائیں، بلکہ آپ ﷺ نے انہیں معاف کرنے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ترغیب فرمائی، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا ایک خادم میرے ساتھ بڑا برا معاملہ کرتا ہے، اور ظلم بھی کرتا ہے، تو کیا میں اسے مارسکتا ہوں؟، تو آپ ﷺ نے فرمایا: «تَعْفُو عَنْهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً». [أحمد: ٤٥٣/٩، رقم: ٥٦٣٥، وصححه الأرنؤوط] "آپ اسے ہر روز ستر بار معاف کریں"۔

کچھ لوگ مزدورں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی برتتے ہیں، اور حقوق دینے میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں، اور ان کی ضرورتوں اور کمزوریوں کے پیش نظر ان کا استحصال کرتے ہیں اور کم ہوشیاری یا دوربینی کی کمی سے ان کے پورے یا بعض حقوق چٹ کر جاتے ہیں، بلا تردد یہ ایک کھلم کھلا ظلم ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے حقوق کی ادائیگی میں جلدی کرنے کا حکم فرمایا: «أَعْطُوا الأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عِرْقُهُ». [ابن ماجه: ٢٤٤٣، (صحيح)] "مزدور کی اجرت اس کا پسینہ سوکھنے سے قبل ادا کردیں"۔

وہ کتنے برے لوگ ہیں جو مزدوروں کے میزان گھٹا دیتے ہیں، ان کے حقوق نگل جانے میں ذرا بھی خوف محسوس نہیں کرتے، اگر وہ نبی کریم ﷺ کی وعید پر تامل کرلیں تو ان کے دل لرز اٹھیں گے،

اور اپنے رب کے حکم پر سر تسلیم خم کردیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ». [مسلم: ٢٥٨٢] "قیامت کے دن تم لوگ اہل حق، حق ضرور دوگے، حتی کہ سینگ والی بکری سے بلا سینگ والی بکری کا قصاص لیا جائے گا"۔

یہ غور طلب بات ہے کہ جب بے عقل چوپایوں کے لیے قیامت کے دن انصاف کیا جائے گا تو بھلا اس آدمی کا کیا ہوگا جو ظلم کے انجام کا یقینی علم رکھتا ہے۔

دوسری قسم:

ظلم اور عدم تعلق کے اسباب کی ممانعت:

اجتماعی ومعاشرتی نرمی ومہربانی اور میل ملاپ کے جڑوں کی مضبوطی وپختگی اور اسلامی سماج میں شفقت کے اصول وضوابط پراگندہ کرنے والے اور اس پر منفی اثر ڈالنے والے عناصر سے انکی حفاظت نہایت ضروری ہے، لہٰذا ظلم کے تمام اسباب سے سماج کو قلعہ بند کرنے کی ضرورت ہے، اور باہم قطع رحمی کو تمام بھڑکانے والی چیزوں سے اس کی ایسی حفاظت کی جائے جو اپنی مثال آپ ہو۔ اسے بروئے کار لانے کے لیے بکثرت قرآنی آیتیں اور احادیث مبارکہ آئی ہیں جن سے اس کی قلعہ بندی اور اسکی حفاظت پر قابو پانا ممکن ہے، اور اس کی چند صورتیں ہیں۔

۱- ظلم سے بچنا:

ظلم دل کی سختی اور اس کے نرمی وشفقت سے خالی ہونے کی علامتوں میں ایک علامت ہے، اور یہ معاشرے وسماج کے بگاڑ اور تباہی کی اساس وبنیاد ہے، جبکہ رحمت وشفقت تمام بھلائی کی اساس اور ہر ایک نیک کام کا مرکز آغاز ہے، حقیقت یہ ہے کہ ظلم تمام برائیوں کا کنواں اور تمام گناہوں کا گڑھا ہے، یہی وجہ ہے کہ نصوص شریعہ میں بڑے واضح اشارے اور بلیغ عبارتوں میں ظلم سے بچنے کی بات کہی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا﴾ [طه: ١١١]

"یقینا وہ برباد ہوا جس نے ظلم لادلیا"۔

ظلم کے بارے میں اگر کچھ نہ بیان کیا گیا ہوتا، تو صرف اتنا ہی کافی تھا کہ اللہ عزوجل نے اسے اپنے نفس پر حرام قرار دیا ہے، اور لوگوں کے درمیان بھی اسے حرام کیا ہے، جیسا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: يَا عِبَادِي! إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ مُحَرَّمًا بَيْنَكُمْ؛ فَلَا تَظَالَمُوا». [مسلم: ٢٥٧٧] "اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے، اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار کیا ہے، لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو"۔

ایک دوسری حدیث میں ہے عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ». [البخاري: ٢٤٤٢، مسلم: ٢٥٨٠] ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے ہلاکت میں ڈالتا ہے“۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اتَّقُوا الظُّلْمَ؛ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». [مسلم: ٢٥٧٨] ”ظلم سے بچو، اس لیے کہ ظلم قیامت کے روز (صاحب ظلم کے لیے) تاریکیاں ہے“ یعنی ظلم کرنے والے کے لیے قیامت کے دن ایسی تاریکیاں ہوں گی کہ اسے راستہ نہ ملے گا۔

دور حاضر میں ظلم سرکشی اپنے انتہا کو پہنچ رہی ہے، اس لیے مظلوموں کی مدد وغلبہ اور انکے حقوق کا تحفظ علماء، دعاۃ اور اصلاح پسندوں کی اولین ترجیح ہونی چاہیے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: «انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا» فَقَالَ: رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا، أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ؟ قَالَ: «تَحْجِزُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ؛ فَإِنَّ ذَلِكَ نَصْرُهُ». [البخاري: ٦٩٥٢] ”اپنے بھائی ظالم یا مظلوم کی مدد کرو، “ایک شخص نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! جب وہ مظلوم ہوتا ہے ہم اس کی مدد کرتے ہیں، آپ بتائیں کہ جب وہ ظالم ہو تو ہم اس کی کیسے مدد

کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے ظلم کرنے سے روکو، یہی اس کی مدد کرنا ہے"۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ نَصَرَ أَخَاهُ بِظَهْرِ الْغَيْبِ، نَصَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ». [البيهقي: ٨/١٦٨، (حسن)] "جس نے پیٹھ پیچھے اپنے بھائی کی مدد کی، اللہ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرماتا ہے"۔

اہل علم و فضل کے لیے یہی لائق اور زیبا ہے کہ وہ اپنے کو ایسے بنائیں جیسا کہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے اللہ کے سامنے یہ شرم آتی ہے کہ میں شکم سیر ہو جاؤں یہاں تک کہ میں عدل کو زمین میں پھیلا ہوا اور قائم شدہ حق کو نہ دیکھ لوں۔ (حلیۃ الأولیاء: ۱۰۸۸)

۲- کمزوروں کے حقوق گھٹانے سے بچنا:

اللہ عزوجل نے مشرکین کی مذمت بیان فرامائی ہے کیونکہ وہ یتیموں اور مسکینوں کے حقوق میں کمی و کوتاہی کرتے تھے، اور اپنے ناتواں لوگوں پر نرمی و شفقت سے پیش نہیں آتے تھے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يُكَذِّبُ بِٱلدِّينِ ﴿١﴾ فَذَٰلِكَ ٱلَّذِى يَدُعُّ ٱلْيَتِيمَ ﴿٢﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ ٱلْمِسْكِينِ﴾ [الماعون: ١-٣]

"کیا تو نے (اسے بھی) دیکھا جو (روز) جزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو کمزوروں کے ساتھ تعامل میں اخلاق حسنہ اختیار کرنے کی وصیت فرمائی ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

﴿فَأَمَّا ٱلۡيَتِيمَ فَلَا تَقۡهَرۡ ۝٩ وَأَمَّا ٱلسَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ﴾ [الضحى: ٩-١٠]

”پس یتیم پر سختی نہ کریں۔ اور سوال کرنے والے کو نہ ڈانٹیں“۔

دین اسلام ہی ہے جو کمزوروں کے لیے سراپا رحمت ہے، غالب ہونے تک ان کے حقوق میں مدد کرتا ہے، ظالموں کے جور و ستم سے اور متکبرین کی طغیانی و سرکشی سے آزادی دلاتا ہے، اللہ نے ظالموں کو متعدد آیتوں میں شدید وعید سنایا ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَحۡسَبَنَّ ٱللَّهَ غَٰفِلًا عَمَّا يَعۡمَلُ ٱلظَّٰلِمُونَۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمۡ لِيَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِيهِ ٱلۡأَبۡصَٰرُ﴾ [إبراهيم: ٤٢]

”ظالموں (ناانصافوں) کے اعمال سے اللہ کو غافل نہ سمجھ، وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دیئے ہوئے ہے جس دن کہ آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی“۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَخۡذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ ٱلۡقُرَىٰ وَهِيَ ظَٰلِمَةٌۚ إِنَّ أَخۡذَهُۥٓ أَلِيمٞ شَدِيدٌ﴾ [طه: ١١١]

”تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ جبکہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے، بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے“۔

اس روئے زمین پر دین اسلام جیسا کوئی دین و منہج نہیں جو انسان کو عزت بخشے، اس کے قدر و منزلت کو اعزاز عطا کرے، اس کے حقوق کی رعایت و نگہداشت کرے، اور اس کی کرامت کی حفاظت کا ضامن ہو۔

اس سے متعلق بہت سی حدیثیں آئی ہیں بطور مثال چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے، جیسا کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ابْغُونِي ضُعَفَاءَكُمْ، فَإِنَّكُمْ إِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ». [أحمد: ٦٠/٣٦، رقم: ٢١٧٣١، ترمذي: ١٧٠٢، (صحيح)]

"میرے لئے ضعیف اور کمزور لوگوں کو ڈھونڈو، کیوں کہ تم اپنے کمزوروں کی وجہ سے رزق دئے جاتے ہو، اور مدد کئے جاتے ہو"۔

ایک حدیث میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ: الْيَتِيمِ وَالْمَرْأَةِ». "اے اللہ! میں دو کمزوروں ایک یتیم اور ایک عورت کا حق مارنے کو حرام قرار دیتا ہوں"(ابن ماجہ: ٣٦٧٨، مسند احمد ٤١٦١٥، رقم ٩٦٦٦، صحیح)۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّهُ لَا قُدِّسَتْ أُمَّةٌ لَا يَأْخُذُ الضَّعِيفُ فِيهَا حَقَّهُ غَيْرَ مُتَعْتَعٍ». "اور کبھی وہ امت پاک اور مقدس نہ ہوگی جس میں کمزور بغیر پریشان ہوئے اپنا حق نہ لے سکے"(ابن ماجہ: ٢٤٢٦ صحیح)۔

اس باب میں آنے والی حدیثوں میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے: کہتے ہیں جب ہم حبشہ سے ہجرت کرکے رسول ﷺ کے پاس پہونچے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "سرزمین حبشہ میں جو تم نے سب سے تعجب خیز چیز دیکھی ہے وہ مجھے بتاؤ؟" تو انہیں میں سے ایک نوجوان فرمایا: اے اللہ کے رسول! ہم سب بیٹھے تھے کہ اتنے میں انہیں میں سے ایک بوڑھی خاتون اپنے سر پر پانی کا گھڑا رکھے ہوئے ہمارے پاس سے گذری، پھر اس کا گذر انہیں میں سے ایک نوجوان کے پاس سے ہوا، اس نے اپنا ایک ہاتھ اس کے دونوں کندھے کے بیچ ڈال کر اسکے دونوں گھٹنوں کے بل اس کو دکھا دے دیا، اس کے سر سے گر کر اس کا گھڑا ٹوٹ گیا، جب وہ کھڑی ہوئی اور اس کی طرف مڑ کر دیکھ کر کہااور فرمایا: اے غدار! جب اللہ اپنی کرسی رکھے گا، اور اگلے پچھلے سارے لوگوں کو جمع کریگا، اور ہاتھ وپیر اپنے کیے کو بتائیں گے، تب تجھے کل اس کے پاس میرے اور تیرے معاملے کا پتہ چلے گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: "اس نے سچ کہا، پھر اس نے سچ کہا، اللہ کیسے کسی قوم کو مقدس بنائے گا جن کے طاقتوروں سے کمزوروں کا حق حاصل نہ کیا جائے" (ابن حبان فی القضاء، رقم الحدیث: ۵۰۵۸، صحیح)

۳- خون، مال اور آبرو کی حرمت کی تعظیم:

شرعی احکام کے عظیم مقاصد: شریعت مطہرہ لوگوں کی مصلحتوں

کو بروئے کار لانے کی خاطر آئی ہے۔ تاکہ نفع بخش چیزیں انہیں میسر آئیں، نقصان دہ اور بربادی کی چیزیں ان سے دور ہوجائیں، اور لوگوں کی زندگانی جن ضروری مصلحتوں پر ٹکی ہے وہ یہ ہیں:

دین کی حفاظت، جان اور عقل، آبرو اور مال کی حفاظت:

اسی وجہ سے خون، مال اور آبرو کی حرمت کی تعظیم کے متعلق بڑی تاکید کے ساتھ پے درپے نصوص آئے ہیں۔ اور اسی سے اللہ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَـٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُۥ وَأَعَدَّ لَهُۥ عَذَابًا عَظِيمًا ﴾ [النساء: ٩٣]

"اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب ہے، اسے اللہ نے لعنت کی ہے، اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار رکھا ہے"۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: «إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا». (مسلم:١٢١٨) "بیشک تمہارے خون اور تمہارے مال تمہارے اوپر تمہارے آج کے اس دن، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت کی طرح حرام ہیں"۔

خون کی حرمت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سختی سے پیش آتے تھے جیسا

کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: «لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِمِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا». (بخاری: ٦٨٦٢)

"مومن ہمیشہ اپنے دین کے کشادگی میں رہتا ہے جب تک کہ اس سے خون حرام سرزد نہ ہوجائے"۔

اس میں کوتاہی برتنے میں رسول اللہ ﷺ کی تنبیہ مزید سخت ہوجاتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: «كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللهُ أَنْ يَغْفِرَهُ، إِلاَّ الرَّجُلَ يَمُوتُ كَافِرًا، أَوِ الرَّجُلَ يَقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا» (مسند احمد: ١١٢٢٨، رقم الحدیث: ١٦٩٠٧، النسائی: ٨١٧، صحیح) "ہر گناہ کے معافی کا اللہ سے امید کی جاسکتی ہے سوائے اس آدمی کے جو کافربن کر مرے، یا اس آدمی کے جو جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کردے"۔

مزید آپ ﷺ فرماتے ہیں: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَتْلُ مُؤْمِنٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا».(نسائی: ٨٣٧، صحیح)

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ایک مومن کا قتل اللہ کے نزدیک دنیا کے زوال سے بھی بڑھ کر ہے"۔

بیشک معاملہ نہایت سنگین وخطرناک ہے،خون کا معاملہ اتنا اہم ہے کہ کسی بھی قیمت پر اس میں سستی برتنا جائز نہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے تباہی کا نام دیا ہے کہ جو اس میں داخل ہوجاتا ہے وہاں سے اس کے باہر آنے کا راستہ نہیں ہوتا، جیسا کہ فرمایا: ہلاکت

وبربادی والے کاموں میں سے وہ ہے کہ آدمی اگر اپنے آپ کو اس میں داخل کردے تو نکلنے کا راستہ نہ پائے وہ ہے: ناحق (دم حرام) کسی کا خون کرنا۔ (بخاری: ۶۸۶۳)

آبرو کی حرمت کی عظمت کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ أَنْ يَفْقَؤُوا عَيْنَهُ». (مسلم: ۲۱۵۸) ”جو شخص کسی کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے تو ان کے لیے اس کا آنکھ پھوڑنا حلال ہے“۔

مسلمان کے مال کی حرمت بھی محفوظ ہے اسے بھی حقیر اور ہیچ سمجھنا جائز نہیں، یا اس کی عظمت کو کمتر سمجھنا درست نہیں۔ ابو امامہ الحارثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِه، فَقَدْ أَوْجَبَ اللهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ» فَقَالَ رَجُلٌ: وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ الله؟ فَقَالَ: «وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ». (مسلم: ۱۳۷) ”جس کسی نے ایک مسلمان شخص کا حق قسم کے ذریعہ لے لیا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم واجب کردیتا ہے اور جنت اس پر حرام کردیتا ہے“۔تو ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! گرچہ وہ معمولی چیز ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”گرچہ وہ پیلو کے درخت کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو“۔

یہ قابل یقین ایسے حرمات ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے لہٰذا کسی

بھی صورت میں ٹھنڈے تاویل، کمزور اجتہاد، ننگے گمان وخیال سے انکی پامالی نہیں۔ (اللہ ہم سب کو اپنی عافیت میں رکھے) آمین۔

خون اور مال وآبرو کی شان میں جسے خوف دامن گیر نہ ہو، تو پھر خوف کب ہوگا؟ میرے خیال میں یہ انہیں مفلس لوگوں میں سے ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس قول میں مراد لیا ہے: "رسول ﷺ نے پوچھا: تم لوگ جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ ہے جو روز قیامت نماز، روز، زکاۃ، سب لیکر آئے، لیکن کسی کو گالی دی ہے، کسی پر بہتان لگایا ہے، کسی کا مال ناحق کھا گیاہے، کسی کا خون کیا ہے، اور کسی کو مارا ہے، پھراسے اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی، پورے فیصلہ سے پہلے اگر نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو ان کی خطاؤں کو اس پر ڈال دیا جائیگا، پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا"۔(مسلم: ۲۵۸۱)

۴۔ مسلمانو کو ڈرانے دھمکانے کی ممانعت:

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول نے ہم سے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں چل رہے تھے، تو ان میں سے ایک شخص سوگیا، ایک شخص اس کے تیر کے پاس جاکر اسے لے لیا، جب آدمی نیند سے بیدار ہوا تو گھبرا گیا، یہ دیکھ کر لوگ ہنس پڑے، اس شخص نے لوگوں سے کہا: تمہیں کون سی چیز ہنسا رہی ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں؟ ہم نے تو ان کا تیر لے لیا ہے اور یہ گھبرا

گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا» (أبو داؤد: ٥٠٠٤، مسند احمد: ١٦٢٣٨، رقم: ٢٣٠٦٣، صحیح) ''کسی مسلمان کے لیے درست نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے''۔

جب اللہ کے رسول ﷺ نے ہنسی مذاق میں ایک مسلمان کو ڈرانے سے منع فرمادیا تو بھلا اس کی جان ومال یا عزت وآبرو کے بارے میں حقیقت میں ڈرانا کیسا ہوگا؟۔

مدینہ کے مقام ومرتبہ کے پیش نظر اہل مدینہ کو ڈرانا ودھمکانا سخت منع ہے جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی عنہما بیان فرماتے ہیں، فتنے کے امیروں میں سے ایک امیر کا مدینہ آنا ہوا، اور جابر رضی اللہ عنہ کی بینائی چلی گئی تھی، تو جابر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا، تھوڑا آپ ایک طرف ہوجائیں، تو وہ اپنے دونوں بیٹوں کے سہارے سے چل کر راستے سے ہٹ گئے، اور فرمایا: برباد ہو وہ شخص جو اللہ کے رسول کو ڈرائے، تو ان کے دونوں بیٹوں نے فرمایا، یا ان میں سے ایک نے کہا: اے ابا جان! وہ کیسے اللہ کے رسول ﷺ کو ڈرایا جبکہ آپ مرچکے ہیں؟، فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے:

«مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ، فَقَدْ أَخَافَ مَا بَيْنَ جَنْبَيَّ».

(مسند احمد: ١٢١٢٣، رقم الحدیث: ١٤٨١٨، صحیح)

''جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا تو واقعی اسے بھی ڈرایا جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے''۔

جب اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے مسلمان کو ڈرانا حرام قرار دیا تو اسی دم آپ ﷺ نے تمام ذرائع چاہے وقول یا فعل کے ذریعے ہوں، جو بھی اس منزل تک لے جانے والے ہوں سب کو حرام قرار دیا ہے، انہیں میں سے چند ایک آپ کی خدمت میں پیش ہے:

ا- بھیڑبھاڑ کی جگہوں میں اسلحہ لے جانے کی ممانعت:

اس ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ لا ارادی طور پر کوئی خطا واقع ہوجائے، اور کسی مسلمان کے ایذاء رسانی کا سبب بن جائے، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا أَوْ فِي سُوقِنَا، وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلَى نِصَالِهَا». أَوْ قَالَ: «فَلْيَقْبِضْ بِكَفِّهِ أَنْ يُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهَا بِشَيْءٍ». (بخاری:۷۰۷۵، مسلم: ۲۶۱۵) "جب تم سے کوئی شخص ہماری مسجد یا بازار سے گذرے، اور اس کے ساتھ اس کا تیر ہو تو اسکے پھل کو مضبوطی سے پکڑلے"۔یا آپ ﷺ نے یوں فرمایا: " اپنی ہتھیلی سے اسے تھامے رکھے کہ کہیں اس سے کسی مسلمان کو کچھ تکلیف پہونچ جائے"۔

۲- مسلمان کی طرف ہتھیا سے اشارہ کرنے کی ممانعت:

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ؛ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدَيْهِ فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ». (بخاری: ۷۰۷۲، مسلم: ۲۶۱۷)

"کوئی بھی شخص اپنے بھائی کی طرف اسلحہ سے اشارہ نہ کرے، کیونکہ اسے یہ پتہ نہیں کہ شیطان اس کے ہاتھوں سے کھینچ لے، اور پھر (اس کی وجہ سے) وہ جہنم کے گڑھے میں گر جائے"۔

ہتھیار سے ہٹ کر ایسے بھی کبھی کسی مسلمان کی طرف اشارہ کرنے سے نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: «مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَدَعَهَا، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لأَبِيهِ وَأُمِّهِ». (مسلم: ٢٦١٦) "جس شخص نے اپنے کسی بھائی کی طرف لوہے سے اشارہ کیا، تو فرشتے اس پر چھوڑنے تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں، گرچہ وہ ان کا علاتی بھائی یا اخیافی بھائی ہی کیوں نہ ہو"۔

۵- کینہ وحسد کی ممانعت:

حسد ان مذموم صفات میں سے ہے جو دل کو سخت کرتی ہے، صفوں کو بکھیر دیتی ہے، اور سینوں میں کینہ وبغض بھڑکاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حسد کی مذمت کی ہے، اور اسے یہود کی بنیادی خصلت قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَمْ يَحْسُدُونَ ٱلنَّاسَ عَلَىٰ مَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ﴾ [النساء: ٥٤] "یا یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے"۔

اور اللہ عزوجل نے اس سے پناہ مانگنے کی تعلیم اور حکم دیا ہے، اور فرمایا:

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ﴿١﴾ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿٢﴾ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ

﴿إِذَا وَقَبَ ۝٣ وَمِن شَرِّ ٱلنَّفَّٰثَٰتِ فِى ٱلْعُقَدِ ۝٤ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ [الفلق: ١-٥]

”آپ کہہ دیجیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ☆ ہر اس چیز کی شر سے جو اس نے پیدا کی ہے ☆ اور اندھیری رات کی تاریکی کی شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے ☆ اور گرہ (لگا کر ان میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی) ☆ اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے“۔

نبی کریم ﷺ نے حسد کرنے سے منع فرمایا، اور امت کو اس سے بچنے کی تلقین فرمائی، ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ؛ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا». (بخاری: ٦٠٦٤، مسلم: ٢٥٦٣) ”بدگمانیوں سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، کسی کی بات نہ سنو، اور کسی کی ٹوہ میں مت پڑو، صرف اپنے ہی لیے کسی چیز کی رغبت نہ کرو، اور حسد نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو، باہم قطع رحمی نہ کرو، اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ“۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون لوگ افضل ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: «كُلُّ مَخْمُومِ الْقَلْبِ، صَدُوقِ اللِّسَانِ». ”پارسا دل، اور سچی زبانی والے“ صحابہ نے عرض

کیا کہ (صدق اللسان) کا مفہوم تو ہم سمجھتے ہیں لیکن "مخموم القلب" کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: «هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ لاَ إِثْمَ فِيهِ وَلاَ بَغْيَ وَلاَ غِلَّ وَلاَ حَسَدَ». (ابن ماجه: ٤٢١٦، صحيح) "ایسا متقی اور پارسا جو گناہ، ظلم، خیانت، اور حسد سے بالکل کوسوں دور ہو"۔

حسد کی مذمت میں ماوردی رحمہ اللہ نے کیا خوب صورت بات کہی ہے: اگر بات صرف اتنی ہوتی کہ حسد ایک گری ہوئی قابل مذمت خصلت ہے جو ہم نشیلوں اور رشتہ داروں کو متوجہ کرتی ہے، اور ملنے جلنے والوں اور دوستوں کی محفلوں کو رونق بخشتی ہے، تو اس سے پاکی وصفائی شرف سمجھا جاتا ،اور اس سے سلامتی وبچاؤ کا سنہری موقع تصور کیا جاتا، حالانکہ یہ دل کے لیے کافی نقصان دہ، غم کو تابانی اور ہمیشگی بخشتا ہے، بسا اوقات دشمن کو تکلیف دیے بغیر اور محسود کو نقصان پہنچائے بغیر حسد حاسد کو ہلاکت وتباہی تک پہونچا دیتا ہے۔(الدنیا والدین ص: ٢٦١)

٦- مذاق اڑانے کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٞ مِّن قَوۡمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُواْ خَيۡرٗا مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَآءٞ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيۡرٗا مِّنۡهُنَّۖ وَلَا تَلۡمِزُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَلَا تَنَابَزُواْ بِٱلۡأَلۡقَٰبِۖ بِئۡسَ ٱلِٱسۡمُ ٱلۡفُسُوقُ بَعۡدَ ٱلۡإِيمَٰنِۚ وَمَن لَّمۡ يَتُبۡ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ﴾ [الحجرات: ١١]

"اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، ممکن

ہے کہ یہ ان سے بہتر ہو، اور نہ عورتیں عورتوں کا مزاق اڑائیں، ممکن ہے کہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ ، اور نہ کسی کو برے لقب دو، ایمان کے بعد فسق برا نام ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں"۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ». (مسلم: ٢٥٦٤) "ایک آدمی کے شَرّ کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے"۔

لوگوں کے استہزاء و مذاق سے عداوتیں جنم لیتی ہیں، لوگوں میں اختلاف و تنازعہ کو اضطرابی کیفیت سے دو چار کرتا ہے، ٹکراؤ اور چیلنج کے پوشیدہ عنصر کو بھڑکاتا ہے، اس وجہ سے علامہ عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمسخر اور استہزا برے اخلاق سے لبریز اور تمام مذموم خصلت سے آراستہ دل کا کام ہے۔ (تفسیر سعدی: ١٣٥٧)

لوگوں کو ذلالت تک لے جانے والے مذاق سے بچنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج بالکل واضح ہے، اس کی دو مثالوں پر اکتفا کیا جارہا ہے:

١- ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہماری ایک آدمی سے کہا سنی ہوگئی، تو ہم نے اس کی ماں کے تعلق طعنہ کی (نازیبا) بات کہہ دی ، تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «يَا أَبَا ذَرٍّ! أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ؟! إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ». (بخاری: ٣٠، مسلم: ١٦٦١) "اے ابوذر!

تو نے اس کی ماں کا اسے طعنہ دیا، تو ایسا آدمی ہے جس کے اندر جاہلیت ہے"۔

۲-ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ کے لیے تو صفیہ رضی اللہ عنہا کا یہ اور یہ (عیب) ہی کافی ہے، یعنی پست قد ہونا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ». "تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر وہ سمندر کے پانی میں گھول دی جائے تو وہ اس پر بھی غالب آجائے گا"۔ اور میں نے ایک شخص کی (بات وچال میں) نقل کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ إِنْسَانًا، وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا». (أبو داود: ٤٨٧٥، ترمذی: ٢٥٠٢، صحیح) "مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں کسی انسان کی نقل کروں، گرچہ میرے لیے اتنا اور اتنا (مال) ہو"۔

۷-گالی گلوج اور لعن وطعن کرنے کی ممانعت:

گالی گلوج کرنا اور کسی پر لعن وطعن کرنا یہ قساوت قلب اور اس کے جفا کی پہچان ہے، اور کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کی زبان درازی یہ نہایت گھناؤنی خصلت ہے، جب باہمی رحمت وشفقت کی جڑیں کٹ جاتی ہیں تبھی ان گھناؤنی خصلت کی حکمرانی ہوتی ہے۔ اس کی سنگینی اور خطرات ہی کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بچنے کی سخت کے ساتھ تنبیہ فرمائی ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لأَخِيهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ

بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا». (بخاری: ٦١٠٤، مسلم: ٦٠) ”جس آدمی نے اپنے بھائی سے کہا: اے کافر! تو دونوں میں سے کوئی ایک ضرور اس کے ساتھ واپس ہوا“۔

دوسری حدیث میں ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَعْنُ الْمُسْلِم كَقَتْلِه، وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ، فَهُوَ كَقَتْلِه». (بخاری: ٦١٠٥) ”مومن پر لعن کرنا اس کے قتل کرنے جیسا ہے، اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو یہ اس کے قتل کرنے کی طرح سے ہے“۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «سِبَابُ الْمُسْلِم فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ». (بخاری: ٦٠٤٤، مسلم: ٦٤) ”مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور اس سے قتال کرنا کفر ہے“۔

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لاَيَنْبَغِي لِصِدِّيقٍ أَنْ يَكُونَ لعَّانًا». (مسلم: ٢٥٩٧) ”کسی صدیق کو یہ زیبا نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو“۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لاَيَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ وَلاَ شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». (مسلم: ٢٥٩٨) ”لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ سفارش کرنے والے اور نہ ہی گواہ ہوں گے“۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تاویل کے ذریعہ مسلمانوں کا باہم قتال کرنا، ایک دوسرے کو کافر قرار دینا، ایک دوسرے کو

برا بھلا کہنا، یہ ایک عظیم باب ہے جو شخص اس مسئلہ میں واجب کی حقیقت سے ناواقف ہوگا وہ یقینا گمراہ ہوجائے گا۔ (منہاج السنۃ: ۴/۱۴۷)

سب وشتم اور لعن وطعن کی ممانعت اس دین اسلام کی خوبیوں میں سے ہے جو ذوق عام کے ذریعہ ارتقاء کی روش کی نشاندہی کرتا ہے، بے حیائی وبیہودہ کلام سے زبان کو پاک کرتا ہے، اور عمدہ ترین کلام اختیار کرنے کا تمام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے۔

یہ بڑی حکمت والی قابل تامل بات ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہوا کو گالی دینے سے منع فرمایا،اور جانوروں کو لعن وطعن کرنے سے بھی منع فرمایا: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے کسی سفر میں تھے، اور ایک انصاری خاتون اپنی اونٹنی پر سوار تھی، اس نے اونٹنی کو ڈانٹا اور اس پر لعنت کی، اس بات کو رسول اللہ ﷺ نے سن لیا اور فرمایا: «خُذُوا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوهَا، فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ». (مسلم: ۲۵۹۵) ”جو بھی سامان اس کے اوپر ہے، اسے لے لو، اور اسے چھوڑدو کیوں کہ یہ ملعونہ ہے“، گویا ابھی میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ لوگوں کے بیچ چل رہی ہے، اور کوئی بھی اس کو چھیڑ چھاڑ نہیں کر رہا ہے۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہوا نے ایک شخص کی چادر اڑادی تو اس نے اس پر لعنت کی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «لَا تَلْعَنْهَا، فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ، وَإِنَّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ

عَلَيْهِ».(أبوداود: ٤٩٠٨، ترمذی: ١٩٧٨ صحیح)"اس پر لعنت نہ کرو، اس لیے کہ وہ تابعدار ہے، اور اس لیے کہ جو کوئی ایسی چیز کی لعنت کرے جس کا وہ اہل نہ ہو تو وہ لعنت اسی کی طرف لوٹ آتی ہے"۔

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب ہوا اور جانور پر لعنت کرنا منع ہے، تو انسان پر بدرجہ اولیٰ منع ہے۔ سبحان اللہ، اس پر ایک مسلمان کی ہمت وجرأت کیسے ہوسکتی حالانکہ اس کے سامنے یہ وعید جھلک رہی ہے۔

٨- غیبت اور چغل خوری کی ممانعت:

غیبت ان برے اخلاق کا پیش خیمہ ہے جو ملامت اور بری طبیعت کی نشاندی کرتے ہیں، اور سماج میں بغض اور سنگ دلی کے بڑھاؤ وپھیلاؤ کی بنیادی وجہ ہیں، اسی وجہ سے قرآن کریم میں اس سے دور بھاگنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ [الحجرات: ١٢]

"اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی،اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟» قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ» قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: «إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ». (مسلم: ۲۵۸۹) ”کیا آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کے ان چیزوں کو بیان کرنا جسے وہ ناپسند کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: پھر اللہ کے رسول آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہ میرے بھائی کے اندر موجود ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جو چیز تم کہہ رہے ہو اگر اس کے اندر موجود ہے تو یقینا تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر وہ چیز اس میں موجود نہیں تو در حقیقت تم نے اس پر بہتان باندھا“۔

چغل خوری ان مہلک بیماریوں میں سے ہے، جو لوگوں میں پائی جانی والی الفت ومحبت کو تباہ وبرباد کردیتی ہے، گروہ بندی اور لڑائی جھگڑا کو فروغ دیتی ہے، اسی وجہ سے اس بری خصلت پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید نکیر کی ہے، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ». (بخاری: ٦٠٥٦، مسلم: ١٠٥) ”چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا“۔

ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چغل خوری پردوں کو چاک کرتی،

بھیدوں کو افشا کرتی ، بغض وکینہ کا وارث بناتی، محبت ختم کرتی، عداوت کو نئی شان بخشتی، جماعت کو منتشر کرتی، حقد بھڑکاتی اور دوریاں بڑھاتی ہے، جس شخص کے پاس کسی بھائی کی چغل خوری کی جائے تو اس میں پائی جانے والی لغزش پر اس کی سرزنش کی جائے، اور معذرت چاہتے وقت اس کی معذرت قبول کی جائے، اور زیادہ ملامت سے بچا جائے۔ (روضۃ العقلاء:ص: ۱۶۲)

لغزش زبان ان پوشیدہ امراض میں سے ہے جن سے اہل تقویٰ ہی آگاہ ہوتے ہیں جیسا کہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس کی طرف یوں اشارہ کیا ہے: یہ عجیب سی بات ہے کہ انسان حرام کھانے، ظلم وزنا، چوری وشراب نوشی، اور نظر حرام سے اپنی تحفظ کرلیتا ہے، اور یہ اس پر آسان بھی لگتا ہے ، جبکہ زبان کی حرکت کی حفاظت اس کے لیے بہت دشوار اور گراں ہوتا ہے، حتی کہ بظاہر اس کی دین داری، زہد وتقویٰ اور عبادت کی طرف اشارہ بھی کیا جاتا ہے لیکن اللہ کی ناراضگی کی ایسی بات کہہ پڑتا ہے کہ جس کا اسے ادنیٰ خیال وتصور بھی نہ ہوتا، اور اس بات کی وجہ سے وہ اتنی پستی میں گر جاتا ہے کہ جس کی مسافت مشرق ومغرب کے درمیان سے زیادہ دور ہے۔ اور کتنے ایسے آدمی ہیں جو بے حیائی اور ظلم سے گھبراتے اور ڈرتے ہیں۔ اور ان کی زبان زندوں ومردوں کی عزت وآبرو کے خلاف تہمت وکذب بیانی میں لگی رہتی ہے۔ اور اس کی پرواہ بھی نہیں کہ وہ کیا گل افشانی کررہی ہے۔ (الجواب الکافی: ص: ۱۴۰)

۹- قطع کلام و قطع تعلق کی ممانعت:

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لاَ يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيَعْرِضُ هَذَا وَيَعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلاَمِ». (بخاری: ٤٠٧٧، مسلم، ٢٥٦٠) ”کسی آدمی کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے کہ وہ دونوں ملیں تو یہ منہ پھیر لے، اور وہ منہ پھیر لے، اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے“۔

دلوں کی منافرت اور بغض و کینہ لوگوں میں معاشرتی اور اجتماعی تعلقات کو ہی صرف متاثر نہیں کرتا بلکہ اس کے تباہی مچانے والے اثرات دین تک بھی پہونچ جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلاَةِ وَالصَّدَقَةِ؟» قَالُوا: بَلَى، قَالَ: «إِصْلاَحُ ذَاتِ الْبَيْنِ؛ فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ، لاَ أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ، وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ». (أبوداود: ٤٩١٩، ترمذی: ٢٥١١، صحیح) ”کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو درجے میں روزہ، نماز، اورزکاۃ سے بہتر ہے“،لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آپس میں میل جول کرادینا، آپس کی لڑائی اور پھوٹ تو سر مونڈنے والی ہے، میرے کہنے کا مطلب بال مونڈنا نہیں بلکہ دین کا حلق کرنا ہے“۔

اس میں بڑی حکمت پنہاں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے میل و جول توڑنے اور ترک کلام کر حرام کردیا تو ساتھ ہی جو ذرائع ان تک پہونچاتے ہیں انہیں بھی حرام کردیا، مثال کے طور پر آدمی کا اپنے بھائی کی شادی کے پیغام پر پیغام بھیجنا، یا اسی جیسے امور، جیسا کہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی کا اپنے بھائی کا پیغام نکاح پر پیغام بھیجنا، اپنے بھائی کی قیمت پر قیمت لگانا، اور اپنے بھائی کے بیع پر بیع کرنے کی شریعت میں ممانعت آئی ہے، اور اس کی محض یہی وجہ ہے کہ یہ باہمی بغض وعداوت کا سب سے اہم سبب اور ذریعہ ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے کسی کے کرایہ پر کرایہ نہ لیا جائے اور کسی کے ولایت اور منصب کے پیغام پر پیغام نہ بھیجا جائے کیونکہ یہ بھی ایک بھائی کا دوسرے بھائی کی عداوت اور بغض کا بڑا سبب ہے۔ (إعلام الموقعین: ۳/۱۴۶-۱۴۷)

دین رحمت کی چوتھی جھلک

خاندانی وعائلی شفقت و رحمت

دور حاضر میں مسلم کنبے کی واقعیت پر غور وفکر کرنے والوں کے سامنے بڑے پیمانے پر ہر قسم کے خاندانی تشدد اور بکھرے ہوئے معاشرے کے مظاہرے چمک رہے ہیں، عورت کے خلاف مرد کا تشدد اور مرد کے خلاف عورت کی سختی، بچوں پر تشدد، والدین سے قطع تعلق، طلاق میں کئی فیصد کا اضافہ ، اس جیسی اور بھی چیزیں معرض وجود میں آچکی ہیں جن کی لپیٹ سے مغربی مادی کردار کی نشرواشاعت میں اضافہ ہو رہاہے، اور یہ انسان کا پیچھا اس وقت تک نہ چھوڑے گا جب تک کی اسے عمدہ احساس اور معزز حواس سے خالی وعاری نہ کردے۔

یہ حقیقت ہے کہ بعض تنظیمیں جو حقوق انسان کے نام پر کام کر رہی ہیں، اور نسوانی وقومی تحریکیں ہمارے اسلامی معاشرے کے ان کمیوں کو بہت بڑھا چڑھا کے پیش کرتی ہیں، اور حقائق سے ہٹ کر اس کا غلط مفہوم نکالتی ہیں، تاکہ تنظیم اور شرعی احکامات کے ردوبدل کرنے کے لیے مزید مداخلت اور دباؤ کے لیے ذرائع ابلاغ کو تیار کرسکیں، ان قرار داتوں کے انکار کے ساتھ ساتھ اجتماعی ومعاشرتی توازن کا برقرار رکھنا بھی اشد ضروری ہے، اور اسلامی قدوقامت کی بنیادوں کی مضبوطی کی جہد پیہم، اور نہایت بیدار مغزی اور گہری سوجھ

بوجھ کے ساتھ ان بیماریوں کا مداویٰ بھی ضروری ہے، مربوط ومضبوط کنبے کی تعمیر جس پر رحمت ومحبت کی بالادستی ہو، اور شفقت والفت کی آماجگاہ ہو، ان اصولوں پر عملدرآمد کے بعد ہی ممکن ہے جن کو ثابت کرنے کی خاطر بہت سی قرآنی آیات اور احادیث نبویہ آئی ہیں، اس رحمت وشفقت کے چند چمکتے روپ یہ ہیں:

۱- رشتہ جوڑنا:

اللہ عزوجل نے رشتہ جوڑنے کا حکم دیا ہے، اور یوں فرمایا:

﴿ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلۡأَرۡحَامَۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيبٗا ﴾

[النساء: ۱]

”اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو، اور رشتے وناطے توڑنے سے بھی بچو، بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے“۔

اور اللہ تعالیٰ نے رشتے ناطے توڑنے والوں کو یہ وعید سنائی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ إِن تَوَلَّيۡتُمۡ أَن تُفۡسِدُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَتُقَطِّعُوٓاْ أَرۡحَامَكُمۡ ﴿٢٢﴾ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فَأَصَمَّهُمۡ وَأَعۡمَىٰٓ أَبۡصَٰرَهُمۡ ﴾

[محمد: ۲۲-۲۳]

”اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کروگے، اور رشتے وناطے توڑ ڈالو۔ یہ وہی لوگ

ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے، اور جن کی سماعت اورآنکھوں کی روشنی چھین لی ہے"۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: «إِنَّ الرَّحِمَ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ اللهُ: مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ». [البخاري: ٥٩٨٨]

"رحم (رشتہ) رحمن سے مشتق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو تجھ سے صلہ رحمی کرے گا میں اس سے صلہ رحمی کرتا ہوں، اور جو تجھ سے قطع رحمی کرتا ہے میں اسے قطع رحمی کرتا ہوں"۔

حکمت والے شارع نے قرابت داری اور قرابت داروں پر ان کے برے سلوک اور اعراض کے باوجود احسان کرنے کی ترغیب دی ہے، جیسا کہ عبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا». [البخاري: ٥٩٩١] "رشتہ ناتا جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلے میں ناتا جوڑے، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب قطع رحمی کی جائے تو اسے صلہ رحمی میں تبدیل کردے"۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے چند رشتے دار ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں، اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ بھلائی کرتا

ہوں وہ ہمارے ساتھ برائی کا معاملہ کرتے ہیں، اور میں ان سے درگذر اور نرمی کا معاملہ کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ جہالت ونادانی کا سلوک کرتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: «لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ». (مسلم: ٢٥٥٨) "اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو گویا کہ تم ان کے پیٹ میں گرم راکھ ڈال رہے ہو، اور برابر اللہ کی مدد سے تم ان پر غالب رہو گے جب تک تم اسی حالت پر قائم رہوگے"۔

صلہ رحمی کا سب سے بڑا ثمرہ انہیں اللہ کی طرف دعوت دینا، اور ان میں ذکر الٰہی کی روح ڈالنا ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت:

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٤]

"اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں" نازل ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے قریش کو دعوت دی، اور وہ جمع ہوئے تو آپ ﷺ عام وخاص سارے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: 'اے بنی کعب بن لوئی! اپنے کو جہنم سے بچا لو، اے بنی مرہ بن کعب! تم اپنے آپ کو جہنم سے بچالو، اور اے بنی عبد شمس! تم جہنم سے اپنے آپ کو بچا لو، اے بنی عبد مناف! تم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالو، اے بنی ہاشم! تم اپنے آپ کو جہنم سے بچا لو، اے بنی عبدالمطلب! تم اپنے آپ کو جہنم سے بچالو، اے فاطمہ! تم اپنے آپ کو جہنم سے بچالو، میں

تمہارے لیے اللہ کے کسی چیز کا مالک نہیں ہو، (یعنی اللہ کی گرفت سے بچانے کا) البتہ تم لوگوں سے نسب وقرابت کے تعلقات ہیں جنہیں میں باقی اور تروتازہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔ (مسلم: ۲۰۴)

۲- والدین پر شفقت اور ان کے ساتھ حسن سلوک:

والدین کے ساتھ حسن سلوک تقرب الٰہی کا سب سے عظیم ذریعہ اور بڑی فرمانبرداریوں میں سے ہے، حقیقت میں یہ دونوں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ شفقت ومہربانی کے لائق وحقدار ہیں، اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خالص اپنی عبادت کی ادائیگی کے ساتھ والدین پر احسان اور حسن سلوک کو جوڑ کر بیان کیا ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنًاۚ إِمَّا يَبۡلُغَنَّ عِندَكَ ٱلۡكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوۡ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفّٖ وَلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوۡلٗا كَرِيمٗا ۝٢٣ وَٱخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحۡمَةِ وَقُل رَّبِّ ٱرۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرٗا﴾ [الإسراء: ٢٣-٢٤]

"اور تیرا رب صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا، اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا، بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے

سامنے تواضع کا بازوپست رکھے رکھنا، اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے"۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾

[النساء: ٣٦]

"اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو"۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: علماء نے فرمایا: اللہ خالق ومنان کے بعد جو شکر واحسان کا اور حسن سلوک، اور اطاعت وفرمانبرداری کے التزام کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے یہ وہی ہے کہ جس پر حسن سلوک کو اللہ نے اپنی عبادت کے ساتھ جوڑا ہے، اور جس کی اطاعت وشکر کو اپنے شکر کے ساتھ جوڑا ہے، وہ وہی والدین ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ﴾ [لقمان: ١٤]

"تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گذاری کرو" (الجامع الأحکام القرآن: ١٠/٢٣٨)

والدین پر شفقت ومہربانی اور انکے ساتھ نیک برتاؤ جنت میں جانے کا اہم سبب ہے جیسا کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے

ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: «رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ» قِيلَ: مَنْ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ». [مسلم: ٢٥٥١]

"اس کے ناک خاک آلود ہوں، اس کے ناک خاک آلود ہوں، اس کے ناک خاک آلود ہو"، عرض کیا گیا: کس کے اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے والدین کو بڑھاپے کے وقت دونوں میں سے ایک یا دونوں کو جو شخص پائے، اور جنت میں داخل نہ ہو جائے"۔

والدین سے قطع تعلق جملہ اقسام قطع رحمی میں سے سب سے بدترین قسم ہے،اور ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا بڑے بڑے گناہوں میں بڑا گناہ ہے، یہ ملامت اور وفاداری نہ کرنے کی دلیل ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟» قُلْنَا: بَلَى، يَا رَسُولَ الله! قَالَ: «الإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ». [البخاري: ٥٩٧٦، مسلم: ٨٧]

"کیا بڑے بڑے گناہوں کے بارے میں میں تمہیں نہ بتلاؤں"؟ ہم سب نے عرض کیا! ضرور، اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ ساجھی ٹھہرانا، اور والدین کی نافرمانی کرنا"۔

والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کی چند نشانیاں:

۱- اچھے انداز کے ساتھ رہنا گرچہ وہ دونوں مشرک ہوں:

والدین کے حقوق کی عظمت کے پیش نظر بندے کو ان کے

ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے گرچہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِن جَٰهَدَاكَ عَلَىٰٓ أَن تُشْرِكَ بِى مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِى ٱلدُّنْيَا مَعْرُوفًا ﴾ [لقمان: ١٥]

”اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا“۔

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿ وَوَصَّيْنَا ٱلْإِنسَٰنَ بِوَٰلِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِن جَٰهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِى مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَآ ۚ إِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾

[العنکبوت: ٨]

”ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے، ہاں اگر وہ یہ کوشش کریں کہ آپ میرے ساتھ اسے شریک کرلیں جس کا آپ کو علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مانیے تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے، پھر میں ہر اس چیز سے جو تم کرتے تھے تمہیں خبر دوں گا“۔

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں میرے پاس میری ماں آئیں، حالانکہ وہ مشرکہ تھیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھتے ہوئے کہا: میری ماں آئی ہیں، اور وہ اسلام

کی طرف راغب ہیں، تو کیا میں اپنی ماں سے صلہ رحمی کروں؟ تو آپ ﷺ فرمایا: «نَعَمْ: صِلِي أُمَّكِ». [البخاري: ٢٦٢٠، مسلم: ١٠٠٣] ”جی ہاں، اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو“۔

فائدہ: ابوداود کی روایت میں صراحت ہے: «وَهِيَ رَاغِمَةٌ مُشْرِكَةٌ» یعنی وہ اسلام سے بے زار اور مشرکہ ہیں۔

اگر یہ برتاؤ مشرک والدین کے ساتھ ہے، تو مسلمان والدین کے ساتھ کتنا اچھا برتاؤ ہونا چاہئے گرچہ وہ عاصی اور گنہ گار ہی کیوں نہ ہوں؟۔

۲- نفلی جہاد میں جانے کی والدین سے اجازت طلب کرنا:

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد میں جانے کی اجازت مانگ رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: «أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ». [البخاري: ٥٩٧٢، مسلم: ٢٥٤٩] ”کیا آپ کے ماں باپ زندہ ہیں؟“، اس شخص نے جواب: ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جاؤ انہیں کے بیچ جہاد کرو“ یعنی ان کی خدمت کرو۔

جہاد جیسا عمل جو کہ اسلام کے کوہان کی بلندی ہے ،ماں باپ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا، تو بھلا دیگر اطاعت وفرمانبرداری اور تقرب ان کی اجازت کے بغیر کیسے ممکن ہے؟ اور امام نووی نے صحیح مسلم میں ایک مستقل باب قائم کیاہے: ”نفلی نماز وغیرہ پر ماں باپ

کے ساتھ حسن سلوک کے مقدم ہونے کا بیان"، اور اس کے ضمن میں عابد "جریج" کا واقعہ بیان کیا ہے: (مسلم: ۲۵۵۰)۔

۳- والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک:

والدین کے ساتھ حسن برتاؤ اور وفاداری کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب ان کے دوستوں کے ساتھ بھلائی کے برتاؤ جڑے رہیں۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مکہ کے راستے میں ان کی ایک اعرابی (بدو) سے ملاقات ہوگئی، عبداللہ نے اسے سلام کیا، اور جس گدھے پر آپ سوار ہوتے اسی پر اسے بھی سوار کرلیا، اور اپنے سر کی پگڑی اتار کر اسے دے دی، (راوی حدیث) عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں: ہم لوگوں نے کہا: اللہ آپ کی اصلاح فرمائے، یہ تو دیہاتی (بدو) لوگ ہیں جو معمولی چیزوں سے خوش ہوجاتے ہیں، تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کے والد (میرے والد) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دوست تھے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: «إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ». [مسلم: ۲۵۵۲] "سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے"۔

۴- والدین کے حق میں دعا کرنا:

والدین کے ساتھ حسن سلوک اور رحمت وشفقت کا معاملہ ان کی وفات سے منقطع نہیں ہوتا بلکہ ان کی اولاد کے ساتھ جاری رہتا ہے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿رَبِّ ٱجۡعَلۡنِي مُقِيمَ ٱلصَّلَوٰةِ وَمِن ذُرِّيَّتِيۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ٤٠ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لِي وَلِوَٰلِدَيَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِينَ يَوۡمَ يَقُومُ ٱلۡحِسَابُ﴾ [إبراهيم: ٤٠-٤١]

" اے میرے پالنے والے! مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی، اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے پروردگار! مجھے بخش دے، اور میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے"۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلاَّ مِنْ ثَلاَثَةٍ: إِلاَّ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ». [مسلم: ١٦٣١]

" جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہوجاتے ہیں مگر تین طریقوں سے باقی رہتے ہیں: صدقہ جاریہ، نفع بخش علم، نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے"۔

۵- والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے خیرات کرنا:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسَهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ؛ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ». [البخاري: ١٣٨٨]

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا، اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ گفتگو کرسکتی تو ضرور خیرات

کرتی، تو اگر میں اس کی طرف سے خیرات کردوں تو کیا انھیں اجر وثواب مل جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں“۔

٦-مال کے ذریعہ والدین پر احسان:

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر اپنے باپ سے جھگڑ رہا تھا، تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! انھوں نے میرا مال برباد کردیا ہے: تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَنْتَ وَمَالُكَ لأَبِيكَ». [أحمد: ١١/٥٠٣، رقم: ٦٩٠٢، (حسن)] وفي رواية: «أَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ، إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ، وَإِنَّ أَمْوَالَ أَوْلَادِكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ؛ فَكُلُوهُ هَنِيئًا». [أحمد: ١١/٢٦١، رقم: ٦٦٧٨، (صحيح)] ”تم اور تمھارا مال اپنے باپ کی ملکیت ہو“،اور ایک روایت میں ہے: ”تم اور تمھارا مال دونوں تمھارے والد کی ملکیت ہو، سب سے عمدہ مال وہ ہے جو تم سے اپنی کمائی سے کھالیا، اور تمھاری اولاد کے مال تمھاری کمائی کا حصہ ہے تو تم لوگ اسے ہنسی خوشی سے کھاؤ“۔

٧- بیوی کے حسن سلوک پر والدین کا حسن سلوک مقدم ہے:

آدمی کا اپنی بیوی سے محبت والدین کے حساب پر ہو، یہ درست نہیں ہے، توفیق والا شوہر ہی الفت ومحبت کا معیار متعین کرکے سبھوں میں اس کی حکمرانی قائم کرے گا، اورہر صاحب حق کو اس کا پورا حق عطا کرے گا، اور ان کے درمیان حسن خلق اور حکمت ودانائی کے

ساتھ الفت ومحبت کی فضا قائم کرے گا۔ اور والدین وبیوی کے درمیان بہت سے گھریلو اختلافات رونما ہونے کی صورت میں کشادہ دلی اور حسن منطق سے اس کا علاج ممکن ہے۔

والدین میں سے کوئی ایک صحیح علت کی بنیاد پر اگر بیٹے سے اس کی بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ کریں، تو ان کی اطاعت وفرمانبرداری واجب ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میری ایک بیوی تھی جسے عمر رضی اللہ عنہ ناپسند کرتے تھے، تو انھوں نے مجھ سے کہا: اسے طلاق دے دو، تو میں نے انکی بات ماننے سے انکار کردیا، تو عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے ماں باپ کی اطاعت کرو" (ابوداود: ۵۱۳۸، ابن ماجہ: ۲۰۸۸، مسند احمد: ۲۳۳۸، رقم الحدیث: ۴۷۱۱ صحیح)

ایک شخص ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آکر فرمایا: میری بیوی میرے چچا کی بیٹی ہے، اور میں اس سے محبت کرتا ہوں، اور میری والدہ مجھے اسے طلاق دینے کا حکم دیتی ہیں۔تو ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ تو میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ اسے طلاق دے دو، اور نہ ہی میں آپ کو یہ حکم دیتا ہوں کہ اپنی والدہ کی نافرمانی کرو، بس میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سناتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

«إِنَّ الْوَالِدَةَ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَمْسِكْ، وَإِنْ شِئْتَ فَدَعْ». [أحمد: ٥٧٣٦، رقم: ٢١٧٢٦، (حسن)] "والدہ جنت کا درمیانی دروازہ ہیں، اگر آپ چاہیں تو اسے روکے رکھیں یا چاہیں تو چھوڑ دیں"۔

فائدہ: بیوی کے طلاق دینے کے بارے میں والدین کی اطاعت واجب ہے یا نہیں یہ مسئلہ علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے درست رائے یہ ہے کہ صحیح علت کے پائے جانے کے بنا پر ہی والدین کی اطاعت واجب ہے، اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا جاتا ہے: جب آپ کے والد عمر رضی اللہ عنہ جیسے ہوں تو اپنی بیوی کو طلاق دو۔ (کشاف القناع: ۵/۲۳۳)

اس مسئلے میں مزید تفصیلات کے لیے شیخ محمد بن عثیمین کی کتاب: الفتاویٰ الجامعہ للمرأۃ المسلمۃ: ۶۷۱۲، ملاحظہ فرمائیں۔

۳- میاں وبیوی کے درمیان شفقت اور حسن معاشرت:

نرمی ومہربانی کی ہی اساس پر عقد زوجیت کی عمارت قائم ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمِنْ ءَايَـٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَـَٔايَـٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾

[الروم: ۲۱]

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان اور ہمدردی قائم کردی ،یقینا غوروفکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں“۔

خاوند وبیوی کے درمیانی نرمی ومہربانی کا ثمرہ حسن معاشرت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِ﴾ [النساء: ١٩]

" ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو"۔

اور اسی بنا پر نبی اکرم ﷺ کی وصیت عورتوں پر حسن سلوک کرنے کے بارے میں آئی ہے۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ أَعْوَجَ، وَإِنَّ أَعْوَجَ مَا فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ؛ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ». [البخاري: ٣٣٣١، مسلم: ١٤٦٨] " عورتوں کے بارے میں اچھی وصیت قبول کرو کیونکہ وہ ریڑھ کی ٹیڑھی پسلی سے بنائی گئی ہے ، اور سب سے ٹیڑھا وہ ہے جو اس کے بالائی حصہ میں ہے، اگر آپ اسے سیدھا کرنے لگیں گے تو توڑ بیٹھیں گے، اور اگر آپ ترک کردیں گے تو وہ ٹیڑھا ہی رہے گا، لہٰذا تم لوگ عورتوں کے بارے میں وصیت قبول کرو"۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي». [الترمذي: ٣٨٩٥، وصححه الألباني في الصحيحة: ٢٨٥] "تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے بہتر ہو، اور میں تمہاری بنسبت اپنے اہل کے لیے بہتر ہوں"۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِ﴾

[النساء: ١٩] کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں: ان سے پاکیزہ گفتگو کرو، اور حسب استطاعت اپنے افعال میں اور شفقت ومہربانی میں حسن پیدا کرو، عورت کی جو چیزیں تمہیں پسند ہیں تو تم بھی اس کی پسندیدگی کی خاطر اسی جیسا کرو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة: ٢٢٨]

”اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق میں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ“۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي». [الترمذي: ٣٨٩٥، وصححه الألباني في الصحيحة: ٢٨٥] ”تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے بہتر ہو، اور تمہاری بنسبت میں اپنے اہل کے لیے بہتر ہوں“۔

نبی اکرم ﷺ کے اخلاق میں سے تھا حسن معاشرت، ہمیشہ چہرے پر بشاشت، اور اپنے اہل سے کھیلنا اور ہنسی مذاق کرنا، ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا، اور نان ونفقہ میں کشادہ دلی کا ثبوت، اپنی بیویوں کو ہنسانا، یہاں تک کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ کا مسابقہ کرتے اور اس سے ان میں سرور ومحبت ڈالتے۔ (تفسیر ابن کثیر ٢/ ٢١١-٢١٢)

خاوند وبیوی کے درمیان بہتر معاملہ اور دونوں میں باہمی رضامندی اور انسیت ومحبت کے لیے رسول اکرم ﷺ نے ایک اجتماعی اصول وضع کیا ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لاَ يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا خُلُقًا آخَرَ». [مسلم: ١٤٦٩] ''کوئی مومن مرد ایمان والی عورت سے نفرت نہ کرے، (اس لیے کہ) اگر اسے اس کی ایک عادت ناپسند ہے، تو دوسری پسند آجائے گی''۔

نبی اکرم ﷺ کی عمدہ معاشرت اور آپ کی نرمی وسخاوت اور لطف وعنایت کچھ اس طرح درخشاں ہے، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا جب حائضہ ہوگئیں اور رونے لگیں،اس موقع کے مناسبت سے جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بڑی نرم طبیعت کے آدمی تھے، اور جب وہ کسی چیز کی خواہش کرتی جس سے دین میں کوئی کمی نہ ہوتی تو آپ اسے قبول فرمالیتے''(مسلم: ۱۲۱۳)۔

رسول اکرم ﷺ کی پوری سیرت ازواج مطہرات کے ساتھ شفقت ومہربانی کے برتاؤ،اور ان میں خوشی ومسرت ڈالنے اورانسیت کی مثالوں سے معطر ہے،آپ ﷺ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ کا مقابلہ کرتے، اور انہیں مسجد میں حبشہ کے لوگوں کے نیزے والے کھیل دیکھنے کی آزادی دینا۔ وہ اسے بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتی تھیں،اور شوہروں کو لڑکیوں کی نفسیاتی ضرورتوں کے پاس ولحاظ رکھنے کی وصیت کرتی تھیں،یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حبشہ والے نیزوں سے کھیل کھیلتے تھے، رسول اللہ ﷺ مجھے چھپائے رکھتے، اور

میں آپ کے ماورے دیکھتی رہتی، اور میں برابر دیکھتی رہتی یہاں تک کہ میں بخود واپس آجاتی، اور نئ عمر کی لڑکیوں کے قدر کا خیال رکھو کہ وہ لذت حاصل ہونے والی چیزیں کچھ سنیں۔ (بخاری: ۵۱۹۰، مسلم: ۸۹۲)

امام نووی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اہل خانہ، ازواج مطہرات اوران کے علاوہ لوگوں کے ساتھ رسول ﷺ کی شفقت ومہربانی، اخلاق حسنہ، اور بھلائی کے ساتھ معاشرت کا بیان ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ۱۸۴۶)

رسول اللہ ﷺ کا حسن ادب یہ تھا کہ آپ اپنے اہل خانہ کی خدمت کرتے، ابراہیم بن اسود فرماتے ہیں: میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے گھر کے اندر کیا کرتے تھے؟ فرماتی ہیں: اپنے اہل خانہ کی خدمت میں رہتے، جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ ﷺ نماز کے لیے نکل جاتے"۔ (بخاری: ٦٧٦)

نبی اکرم ﷺ کی رقت اور پاکیزہ معاشرت کا یہ مظہر کہ بر سرعوام آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی محبت کے اعلان سے ذرا بھی مضائقہ اور جھجک محسوس نہ کیا، ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ عمر وبن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا: آپ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ چہیتے کون ہیں!؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ"، کہتے ہیں: میں نے پوچھا مردوں میں کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے والد (ابو بکر)، کہتے ہیں: میں نے پھر پوچھا کون: آپ ﷺ نے فرمایا: "عمر اور آپ ﷺ نے چند لوگوں

کا نام گنایا، پھر میں اس ڈر سے خاموش ہوگیا کہ کہیں آپ مجھے لوگوں میں سب سے آخر نہ بنا دیں"۔(بخاری: ۴۳۵۸، مسلم: ۲۳۸۴)

آپ چاہت کی انتہا، اور محبت کی جمال وخوبصورتی پر غور کریں تو جس وقت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں پانی پیتی حالانکہ میں حائضہ (ناپاک) ہوتی، پھر وہ پانی کا برتن آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیتے اور پھر میرے منہ لگنے کی جگہ پر اپنا منہ لگا کر پانی نوش فرماتے، اور میں ہڈی والے گوشت کے ٹکڑے سے گوشت نچوڑ کر کھاتی ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لیتے اور جدھر سے میں منہ لگا کر کھاتی اسی جگہ آپ بھی منہ لگا کر تناول فرماتے"۔(مسلم: ۳۰۰)۔

یہی وہ چیزیں ہیں جو خاوند اور بیوی کے درمیان تعلقات کی بلندیوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں، اور خاوند کا بیوی کو کھانا کھلانا لطف وعنایت کا نقطہ آغاز نہیں بلکہ اس کا شمار ایسی قربت میں ہوتا ہے جس سے تقریب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار تھا ،اور میری عیادت کرنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو میں نے کہا: میرے پاس مال ہے اور میں پورے مال کی وصیت کرنا چاہتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں" کہتے ہیں پھر میں نے کہا: آدھا؟، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں" کہتے ہیں کہ پھر میں کہا: ایک تہائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک تہائی اور یہ بھی زیادہ ہے، آپ اپنے وارثین

کو مالداری کی حالت میں چھوڑ کر جائیں یہ اس سے بہتر ہے کہ آپ انھیں فقیر چھوڑیں کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال بڑھائیں، اور جو کچھ بھی تم نے ان پر خرچ کیا وہ تمہارے حق میں صدقہ ہے، حتی کہ وہ لقمہ جو تم نے اپنی بیوی کے منہ میں ڈالا، امید ہے اللہ آپ کی شان کو بلند کریگا، آپ سے لوگ فائدہ اٹھائیں ،اور دشمنان دین آپ سے نقصان اٹھائیں گے"۔(بخاری: ۵۳۵۴، مسلم: ۱۶۲۸)

بیوی کے ساتھ کھیل کود سے اس کی شروعات نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر وہ چیز جس سے آدمی کھیل کود کرتا ہے وہ باطل ہے سوائے اپنے کمان سے تیر اندازی، اپنے گھوڑے کی تربیت ،اور بیوی سے کھیل کود ہنسی مذاق، کیونکہ یہ سب برحق ہیں"۔(مسند احمد: ۵۲۳۲۸، رقم الحدیث: ۱۷۳۰۰، حسن)

جب خاوند وبیوی کے مابین پاکیزہ محبت ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا بھلائی کے کاموں میں تعاون کرتے ہیں، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «رَحِمَ اللهُ رَجُلاً قَامَ فِي اللَّيْلِ فَصَلَّى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا، فَإِنْ أَبَى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ». [أبو داود: ۱۳۰۸، نسائي: ۲۰۵/۳، (صحيح)]
"اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو ایسے شوہر پر جو رات میں بیدار ہو کر قیام اللیل کرے ،اور اپنی بیوی کو بیدار کرے، اور اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارے، اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس بیوی پر جو

رات میں بیدار ہو کر نماز پڑھے، اور اپنے شوہر کو بھی بیدار کرے، اگر وہ اٹھنے سے انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارے"۔

شادی کی قیمت کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مضبوط باہمی الفت ومحبت میں ڈوبا ہوا، اور شفقت و رحمت کا مرقع کنبہ وخاندان کے لیے حقیقی ضامن ہے، اور یہی بلند سماج ومعاشرے کی عمارت کی بنیاد ہے جو صحیح معنوں میں معاشرے کو چین وسکون فراہم کرسکتا ہے۔ آپ کو سخت تعجب ہوگا کہ بعض خاوند نے قوام کا معنیٰ دھار دار تلوار، قینچی کی طرح کاٹنی والی زبان سمجھا ہے ،اسی وجہ سے اپنے بیوی بچوں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں، آپ انہیں منہ بسوڑنے والے اور نہایت سخت پائیں گے، نہ تو ان کا دل پگھلتا ہے ،اورنہ ہی ان کے احساس وشعور میں کوئی حرکت و جنبش ہوتی ہے۔

یہ ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جو تحقیق وتامل کا متقاضی ہے، خاوند وبیوی کے درمیان خاندانی ظلم وتشدد معاشرے میں ایک ایذا رساں رواج کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے ،اور اس کا معدل آئے دن فزوں تر ہوتا جا رہا ہے، یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ طلاق، میاں بیوی کے درمیان تنازعہ بڑھتا جارہا ہے، اور عورتیں مردوں کی نگاہوں میں کمزور ہوتی جارہی ہیں، اور ان کے مادی ومعنوی حقوق کو کمتر سمجھا جا رہا ہے حالانکہ ان کے حقوق کی کفالت اوران کے خلاف جنم لینی والی بیماریوں کے علاج کی ذمہ داری بھی شریعت نے لے رکھی ہے۔

اگر سختی اور تشدد ہی خاوند وبیوی کے تعلقات ورشتوں پر حکمرانی کرے تو آپ اس کے بعد رونما ہونے والے تنازعہ، ظلم، گھریلو درد سری، بچوں میں بکھراؤ کو قطعاً تعجب کی نگاہوں سے نہ دیکھیں، رسول اللہ ﷺ نے بجا فرمایا جس وقت فرمایا: «إِذَا أَرَادَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِأَهْلِ بَيْتٍ خَيْرًا أَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الرِّفْقَ». [أحمد: ٤/٤٨٨، رقم: ٢٤٤٢٧، (صحيح)] "جب اللہ تعالیٰ کسی اہل خانہ کا بھلا کرنا چاہتا ہے تو ان میں رفق ونرمی ڈال دیتا ہے"۔

۴- اہل وعیال پر رحمت وشفقت:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ». [مسلم: ٢٣١٦] "میں نے اہل وعیال پر رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر رحمت وشفقت کرنے والانہ دیکھا"۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی آپ ﷺ کے پاس یہ خبر بھیجی: کہ میرا بیٹا جانکنی کے عالم ہے آپ ہمارے پاس آئیں، تو آپ ﷺ نے سلام پہونچایا اور کہا: «إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى؛ فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ». "جو لے لیا وہ بھی اللہ کا، اور جو دیا وہ بھی اسی کا ہے۔ اور اس کے پاس ہر چیز کا ایک مقررہ مدت ہے، اس لیے صبر کریں، اور اللہ سے بھلائی کی امید رکھیں" (بخاری: ۱۲۸۴، مسلم: ۹۳۲)۔

پھر دوبارہ رسول اللہ کے پاس ضرور آنے کی قسم دلا کر خبر بھیجی، تو

آپ ﷺ اپنے صحابہ سعد بن معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور چند اشخاص کے ہمراہ وہاں پہونچے، آپ ﷺ کے پاس بچہ لایا گیا، اور اس کی سانس رک رک کر چل رہی تھی، اسامہ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: گویا یہ ہانڈی پکنے کی آواز کے مانند ہے، آپ ﷺ کی دونوں آنکھیں بہہ پڑیں، تو سعد نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: «هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءُ». [البخاري: ١٢٨٤، مسلم: ٩٣٢] ”یہی رحمت ہے جو اللہ نے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے، اور اللہ اپنے بندوں میں رحم کرنے والوں پر ہی رحم فرماتا ہے“۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا، اور آپ کے پاس اقرع بن حابس التمیمی بیٹھے تھے، تو اتنے میں اقرع نے فرمایا: میرے دس لڑکے ہیں، اور میں نے ان میں سے کسی کو کبھی بوسہ نہ دیا، ان کی طرف دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ لاَيَرْحَمُ لاَ يُرْحَمُ». [البخاري: ٥٩٩٨] ”جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا“۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور فرمایا: تم لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہو ہم لوگ تو انہیں بوسہ نہیں دیتے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: «أَوَ أَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ». [البخاري: ٥٩٩٨] ”ہمارے اندر

یہ قدرت نہیں کہ ہم تمہارے دل میں رحمت پیدا کردیں جبکہ اللہ نے اسے تمہارے دل سے نکال دیا ہے"۔

بچیوں پر رحم کرنے کی خصوصی تاکید آئی ہے، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «مَنْ كُنَّ لَه ثَلاثُ بَنَات يُؤْوِيهِنَّ، وَيَرْحَمُهُنَّ، وَيَكْفُلُهُنَّ، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ الْبَتَّةَ» قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ الله! فَإِنْ كَانَتِ اثْنَتَيْنِ؟ قَالَ: «وَإِنْ كَانَتِ اثْنَتَيْنِ» قَالَ: فَرَأَى بَعْضُ الْقَوْمِ أَنْ لَوْ قَالُوا لَهُ: وَحِدَةً، لَقَالَ: وَاحِدَةً». [أحمد: ٢٢/١٥٠، رقم: ١٤٢٤٧، (صحيح)] "جن کی تین بچیاں ہیں، اور وہ انہیں گھر دیتا ہے، اور ان پر رحمت وشفقت کا معاملہ کرتا ہے، اور ان کی کفالت (کھلانا پلانا) کرتا ہے، تو یقینا اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے"۔

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر دو بچیاں ہوں ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اگرچہ دو ہوں"، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس وقت اگر آپ ﷺ سے ایک کے بارے میں پوچھتے تو آپ ایک کے بارے میں بھی فرما دیتے۔

اہل وعیال پر شفقت کے تقاضے:

۱-خوش اسلوبی کے ساتھ اہل وعیال پر خرچ کرنا:

ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «أَفْضَلُ دِينَار يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ: دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِه، وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى

أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ». [مسلم: ٩٩٤] ”افضل دینار جو آدمی خرچ کرتا ہے وہ یہ ہیں: وہ دینار جو وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے، اور وہ دینار جو وہ اللہ کی راہ میں سواری پر خرچ کرے، اور وہ دینار جو اللہ کی راہ میں اپنے دوستوں پر خرچ کرے“۔

ابو قلابہ (جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں) فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس میں اہل وعیال سے شروع کیا، ابو قلابہ فرماتے ہیں: اس شخص سے بڑھ کر اجر وثواب والا کون ہو سکتا ہے جو اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں پر خرچ کرتا ہے، اللہ انہیں پاک دامن بنادے، یا اس شخص کے ذریعہ انہیں نفع پہونچا دے ،اور انہیں بے نیاز بنا دے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا: الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ». [مسلم: ٩٩٥]

” وہ دینار جیسے آپ جہاد میں خرچ کریں،اور وہ دینار جو آپ گردن آزاد کرانے کے لیے خرچ کریں، اور وہ دینار جو آپ مسکین کو خیرات کریں، اور وہ دینار جو آپ اپنے اہل وعیال پر خرچ کریں، ان میں سے بڑھ کر اجر وثواب والا وہ دینار ہے جو آپ اپنے اہل وعیال پر خرچ کریں“۔

میرا خیال ہے کہ ان دونوں حدیثوں کا مقصود وہ واجب نفقہ ہے

جس کے بغیر کنبہ وخاندان کے کھمبے کھڑے نہیں رہ سکتے، لیکن جائز چیزوں میں کافی دریا دلی، اور کھیل وکود اور ٹہلنے گھومنے کی چیزوں میں اسراف یہ اس حدیث کا مقصود نہیں جبکہ ہمارے دور میں یہ چیزیں کثرت سے پائی جا رہی ہیں۔

۲- اولاد کی بخشش وعطیہ میں عدل وانصاف:

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”میری ماں نے میرے باپ سے میرے لیے ان کے مال سے ہدیہ طلب کیا، تو میرے باپ نے مجھے ہدیہ عطا کردیا، تو میری ماں نے کہا: میں اس وقت تک اس ہدیہ سے خوش نہیں ہوں جب تک کہ آپ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بنا لیں، میں چھوٹا بچہ تھا میرے والد میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور کہا: ان کی ماں (عمرہ) بنت رواحہ ان کے لیے مجھ سے ہدیہ طلب کیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا ان کے علاوہ اور بھی تمہاری دوسری اولاد ہے“۔ تو انھوں نے فرمایا: ہاں، پھر فرمایا: میں اسے دیکھوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے ظلم پر گواہ مت بناؤ“۔(بخاری: ۲۶۵۰، مسلم: ۱۶۲۳)

۳- اولاد کی تعلیم وتربیت:

اولاد پر رحمت وشفقت کی سب سے عظیم قسم اطاعتوں پر ان کی تربیت اور بھلے کاموں پر ان کی پرورش وپرداخت کرنی ہے، بالخصوص موجودہ دور میں جس پر نفس پرستی اور شکوک وشبہات بکثرت موجود

رہیں، اور شہوت وفتنہ کا دور دورہ ہو، اور یہی تربیت اللہ کے اس قول کی متقاضی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ﴾ [التحريم: ٦]

”اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر“۔

آپ ﷺ کا کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے: «أَلاَ كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِه؛ فَالإِمَامُ الَّذي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِه، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْهُمْ، وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُ، أَلاَ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ».

[البخاري: ٧١٣٨، مسلم: ١٨٢٩]

”خبر دار! تم سب ذمہ دار ہو، اور تم سب سے تمہاری ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا، امام لوگوں کا ذمہ دار ہے ،اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا، آدمی اپنے اہل وعیال کا ذمہ دار ہے، اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا،اور عورت اپنے شوہر کے اہل خانہ اور اولاد کی ذمہ دار ہے اوراس سےاس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا،اور آدمی کا غلام اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے، اور اس سے اس کی ذمہ داری کے

بارے میں پوچھا جائے گا۔اور تم میں سے ہر آدمی ایک دوسرے کا ذمہ دار ہے، اور ہر کوئی اپنی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا“۔

بچوں کی تربیت کے تعلق سے بہت ساری شرعی نصوص اطاعت وفرمانبرداری پر وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ».[أبو داود: ٤٩٥، (صحيح)]

” اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوں، اور جب وہ دس برس کے ہو جائیں تو انھیں نماز کے لیے مارو، اور انہیں الگ الگ سلاؤ“ (ابوداود: ۴۹۵، صحیح)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو بذات خود تعلیم دیتے تھے جیسا کہ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا غُلَامُ! سَمِّ اللهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ». فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ. [البخاري: ٥٣٧٦، مسلم: ٢٠٢٢] میں چھوٹا سا لڑکا تھا،اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش تھا، اور میرے ہاتھ تھالی میں ادھر ادھر پھرتے تھے، تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لڑکے! بسم اللہ کہو، اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے سامنے سے کھاؤ“۔فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں ہمیشہ ایسے ہی کھاتا تھا۔

سلف صالحین اپنے بچوں کو روزے کی تربیت کرتے تھے، ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انصاری کی بستی کی جانب دس محرم (عاشورہ) کی صبح اپنا ایک قاصد بھیجا کہ جاؤ لوگوں کو یہ بتادو: «مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِه، وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ» قَالَتْ: فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدُ، وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا، وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ؛ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَ الإِفْطَارِ». [البخاري: ١٩٦٠، مسلم: ١١٣٦]

"جو بلا روزہ کے صبح کیے ہیں وہ اپنے دن کے بچے ہوئے حصے کو روزے کی حالت میں پورا کریں، اور جو روزے کی حالت ہی میں صبح کیے ہیں وہ بھی روزے رکھیں"۔ فرماتی ہیں کہ ہم سب اس کے بعد روزہ رکھتے تھے، اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے، اور ہم اون کے بنے ہوئے کھلونے ان کے لیے تیار کرلیتے، ان میں سے جب کوئی بچہ کھانے کے لیے بھوک سے رونے لگتا تو ہم اسے دے دیتے اور وہ اس سے افطار تک کھیلتا رہتا۔

اولاد کی تربیت میں کوتاہی اور انحراف سے ان کو بچانے کی تدبیر نہ کرنا یہ ان کے ساتھ بہت بڑا دھوکا اور خیانت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللهُ رَعِيَّةً، فَلَمْ يُحِطْهَا إِلاَّ بِنُصْحِه إِلاَّ لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ». [البخاري: ٧١٥٠، مسلم: ١٨٢٩]
"جس بندے کو اللہ رعیت دے اور وہ موت تک ان سے دھوکا کرتا رہے، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے"۔

اس معنی کی ایک اور حدیث بھی صحیح بخاری: ۱۵۱۷، اور صحیح مسلم: ۱۸۲۹ میں وارد ہوئی ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ رحمت وشفقت ایسی خوبی ہے جو بندوں کو منافع ومصالح فراہم کرنے کا تقاضا کرتی ہے، گرچہ یہ نفس کو ناگوار ودشوار گذار ہی کیوں نہ ہو، حقیقی شفقت ومہربانی یہی ہے، تمہارے حق میں سب سے بڑا مہربان وہ ہے جو تم پر تمہارے مصلحتوں تک پہونچانے میں سختی کرے، باپ کی اپنے بیٹے پر شفقت یہ ہے کہ وہ علم وعمل کے ادب سیکھنے پر اسے مجبور کرے، اور مارو غیرہ سے اس پر سختی کرے، اور اسے اس کی ان شہوتوں سے باز رکھے جو اس کے لیے ضرور رساں ہیں، اور جب وہ اس میں سستی برتے تو سمجھ لینا کہ وہ باپ اپنے بیٹے پر بہت کم شفقت والا ہے۔ اور اگر یہ گمان کرنے لگے کہ وہ اس پر نرمی کرتا، اور تفریح کرتا اور اسے راحت وسکون پہونچاتا ہے تو یہ سمجھ لینا کہ یہ نادانی سے جڑی شفقت ہے جیسے ماں کی شفقت۔

۴- اولاد کو بد دعا نہ دینا:

بنیادی طور پر والدین میں بچوں کے تعلق سے نرمی ومہربانی پائی جاتی ہے، لیکن ان میں بعض غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو نہیں پاتے، دعا کے معاملے کو بالکل معمولی سمجھنے لگتے ہیں، اور اس کے خطرناک انجام کوبلا محسوس کیے ہوئے اولاد کو بددعاؤں سے نوازنے

لگتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس فعل سے بچنے اور دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهِ عَطَاءً؛ فَيَسْتَجِيبُ لَكُمْ». [مسلم: ٣٠٠٩]

”اپنی ذات پر، اپنی اولاد پر، اپنے مال پر بد دعا مت کرو، اللہ کی جانب سے ایسی گھڑی نہ آجائے جس میں کسی نوازش کا سوال ہو اور تمہارے حق میں قبول ہو جائے“۔

دین رحمت کی پانچویں جھلک

مخالفین کے ساتھ
نرمی کا برتاؤ

۱- علماء ودعاۃ کے مابین اختلاف کے وقت نرمی وشفقت:

علماء وطلبہ کے درمیان اختلاف کا چلن بہت پرانا ہے، اگر اس سے کوئی محفوظ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور محفوظ ہوتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ﴾

[هود: ۱۱۸-۱۱۹]

”(اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک راہ پر ایک گروہ کردیتا)وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے، بجز ان کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے، انہیں تو اسی لیے پیدا کیا ہے“۔

لیکن اہل علم وتقویٰ کی یہ خوبیاں رہی ہیں کہ باہم اختلاف کے باوجود خزینہ الفت کو محفوظ رکھتے، اور محبت وشفقت کی جڑوں کو متزلزل نہ ہونے دیتے، بلکہ اللہ کے اس فرمان کو عملی جامہ پہناتے۔

﴿وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾ [البقرة: ۲۳۷]

”اورآپس کی فضیلت وبزرگی کو فراموش نہ کرو“،اور نہ ہی ان کا باہمی اختلاف انہیں بغاوت، ظلم وتعدی اور حقوق کی پامالی کی راہ دکھاتا، اور یہی وہ چیز ہے جس سے بچنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے:

«الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ». [مسلم: ٩١] "کبر: حق کا انکار اور لوگوں کو کمتر وحقیر سمجھنا ہے"۔

اہل علم کے درمیان اختلاف رونما ہونے کی صورت میں وہ یہ کہتے ہیں، آپ نے جو فرمایا وہ بھی بجا ہے ،اور میں نے جو کہا وہ درست ہے، اور ہم دونوں وہ ستارے ہیں جو راہی کو راہ دکھائیں گے۔ اور ہمارے اختلاف ہم سب پر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/ ۸۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کو یوں بیان فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کسی بھی مسئلہ میں مشورہ وخیر خواہی کے ماحول میں بحث کرتے، اور بسا اوقات علمی و عملی مسئلہ میں ان کا قول مختلف ہو جاتا، لیکن اس کے باوجود ان میں الفت، عصمت، اور دینی اُخوت باقی رہتی (مجموع الفتاویٰ:۲۴/ ۱۷۲)۔

شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں: علمی و اعتقادی مسائل میں بھی ان کی بحث چھڑ جاتی لیکن ان کا اتحاد اور الفت باقی رہتی۔ (مجموع الفتاویٰ: ۱۹/ ۱۲۳)

ہو بہو اس موضوع پر امام شاطبی رحمہ اللہ بعض مفسرین سے صحابہ کے اختلاف کو بیان فرماتے ہیں: اختلاف کے باوجود وہ اہل محبت اور ایک دوسرے کے خیر خواہ تھے،اور ان میں اسلامی بھائی چارگی باقی تھی۔ (الموافقات: ۵/ ۱۶۳)

یہ آفاقی کشادہ دلی اور گہری سوجھ بوجھ یقینا ان کے دینی بصیرت کی علامت تھی، لیکن اجتہادی مسائل میں اختلاف جب قطع تعلق اور ظلم تک پہونچادے تو یہ دینی بصیرت میں کمزوری کی علامت سمجھی جائے گی، اس کا شمار علمی کم مائیگی اور ورع وتقویٰ میں قلت وکمی مانی جائیگی۔

اور میری نظر میں یہ بڑی خوبصورت بات ہے جو امام شاطبی نے بعض مفسرین سے نقل کیا ہے: وہ تمام مسائل جو اسلام میں نمودار ہوئے، اور اس میں لوگوں کا ختلاف ہوا، لیکن اس اختلاف نے ان کے درمیان دشمنی وعداوت، بغض وکینہ اور فرقہ بندی نہیں چھوڑا، تو ہماری معلومات بھر وہ اسلامی مسئلہ ہے، اور ہر وہ مسائل جو اچانک آئے، اور اس نے عداوت ونفرت، برے القاب، اور قطع تعلق کو واجب کردئے تو ہماری جانکاری کے مطابق اس کا دینی امور سے کچھ بھی سروکار نہیں، اور انھیں جیسے مسائل کے بارے میں رسول ﷺ کااس آیت کی تفسیر میں مرادہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗا﴾ [الأنعام: ١٥٩]

"بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کردیا اور گروہ بن گئے"۔

ہر صاحب دین وعقل پر یہ واجب ہے کہ ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے، اور اس کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے:

﴿وَٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَآءٗ فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِۦٓ إِخۡوَٰنٗا﴾ [آل عمران: ١٠٣]

”اور اللہ تعالی کی اس وقت کی نعمت کو یادکرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے“۔

اختلاف کرکے قطع تعلق کرنا یہ ایسی بدعت ہے جسے خواہش پرستوں نے ایجاد کیا ہے، اور یہ ظاہر سی بات ہے کہ اسلام الفت، باہمی محبت، رحمت نرمی کے ساتھ ساتھ لطف وعنایت کی بھی دعوت دیتا ہے، لہٰذا جو رائے کسی اختلاف کی رہنمائی کرے، وہ دین سے خارج ہے۔ (الموافقات: ۵/۱۶۳-۱۶۴)

سلف صالحین کی الفت کی مثالیں اور باہم معافی وتلافی اور معذرت کے تعلق سے بڑی لمبی بحث موجود ہے، اور اس بارے میں خوب لکھا گیا ہے، لیکن میں صرف دو مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں:

پہلی مثال: یونس الصدفی فرماتے ہیں: امام شافعی سے بڑھ کر سمجھ دار آدمی میں نے نہ دیکھا، ایک دن میں نے ایک مسئلہ میں ان سے بحث ومناظرہ کیا، ہم لوگ وہاں سے نکل گئے، پھر ان سے ہماری ملاقات ہوگئی، تو انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے ابو موسیٰ! کیا یہ استقامت نہیں کہ ہم بھائی بھائی بن کر رہیں، گرچہ ایک مسئلہ میں ہم دونوں متفق نہ ہوں؟۔

امام ذہبی امام شافعی کے کلام پر تعلیق چڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ اس امام کے کمال عقل پر روز روشن کی طرح عیاں ہے، اپنے نفس کی فقہ پر واضح دلیل ہے، اور شرفاء برابر اختلاف کرتے ہیں (سیر أعلام النبلاء: ۱۰/۱۶-۱۷)۔

دوسری مثال: شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ ماثور ہے کہ رشید نے سینگی لگوائی، امام مالک سے فتویٰ پوچھا تو انھوں نے وضو نہ کرنے کا فتویٰ دیا، یعنی سینگی لگوانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، (امام ابوحنیفہ وامام احمد کے نزدیک پیشاب وپاخانہ کے راستہ کے علاوہ بھی جو بدن سے نجاست نکلے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ امام مالک وشافعی کا مذہب یہ ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا) ایک روز ابو یوسف نے رشید کے پیچھے نماز پڑھی، تو ابو یوسف سے یہ سوال کیا گیا: کیا آپ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں؟ ابویوسف نے جواب: سبحان اللہ ایسے جیسے اجتہادی مسئلے کی بنیاد پر اماموں کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کرنا یہ اہل بدعت جیسے رافضہ اور معتزلہ کی پہچان ہے، اور اسی طرح جب امام احمد سے فتویٰ پوچھا گیا، تو انھوں نے وضو کے واجب ہونے کا فتویٰ دیا، تو سوال کرنے والے نے ان سے کہا: اگر امام وضو نہیں کرتا ہے تو کیا ہم ا سکے پیچھے نماز پڑھیں؟ تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا آپ سعید بن المسیب اور امام مالک کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ یعنی ان دونوں کا فتویٰ ہے کہ دونوں پیشاب وپاخانہ کے علاوہ نکلی ہوئی نجاست پر وضو واجب نہیں۔ (مجموع الفتویٰ: ۲۰/ ۳۶۴_۳۶۵)۔

یہ باہمی نرمی امت کی تاریخ میں آفاقی وسعت کے روشن ودرخشاں

منارے ہیں علماء وطلاب علم اور دعاۃ کی صفوں میں علمی و عملی ہر انداز میں اس کی جدید کاری تمام واجبات میں سب سے بڑا واجب ہے۔

بیشک یہ ایسی حقیقت ہے جو قابل علاج ہے بایں طور کہ خاندان کی روح عصبیت، اور حزبیت یہ دعاۃ اور طلاب علم کے مابین غضب ناکی کو فروغ دیتی ہے،اور اس سے بسا اوقات لوگوں میں قطع تعلق اور دوریاں جنم لیتی ہیں، یہ بڑا غمناک معاملہ ہے جس پر خاموشی مناسب نہیں بلکہ ہمیں اسکے صحیح علاج کے لیے باہم مل جل کر کام کرنا چاہیے، اور اس کے اثر رسوخ کو گھٹانے کی سوچ ہونی چاہیے، اور باہمی شفقت ومحبت اور الفت و تعلق کا بار بار چرچا کرنا چاہئے۔ انہیں موضوعات سے جڑی باتیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یوں بیان کرتے ہیں:

یہی وہ تفریق جماعت کے علماء ومشائخ، حکمراں اور بڑوں بزرگوں کے درمیان جگہ بنائی جس کی وجہ سے امت کے دشمنوں کو تسلط ودبدبہ کا موقع ملا، ساتھ ہی ان کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا ترک کرنا بھی ہے، اللہ کے احکام پر عمل در آمد نہ کرنے کی صورت میں ان میں عداوت اور بغض داخل ہوگئی، اور جب بھی قوم فرقہ بندی اور گروہ بندی کا شکار ہوگی تو وہ برباد وتباہ ہو جائیگی، اور جب وہ متفق ومتحد ہوگی تو وہ نیک اور مالک بنے گی، اس کی اجتماعیت رحمت ہے، اور فرقہ بندی عذاب ہے۔(مجموع الفتاویٰ: ۳/ ۳۲۱)۔

بہت سے علماء اور طلاب علم پر تفرقہ اور تنازعہ کی خطرناکی پوشیدہ نہیں ہے لیکن جب اجتہادی مسائل میں کچھ اختلاف پیدا ہو جاتا ہے

اور چند نووارد مسائل اور مواقف میں نقطہ نظر مختلف ہو جاتا ہے تو بعض اپنے بھائی پر جارحانہ نقد کرنے سے نہیں چوکتے،بسا اوقات ظلم اور کبھی عدوان وسرکشی تک پہونچ جاتے،لیکن میری رائے یہ ہے کہ بیشتر اوقات میں تربیت کی پریشانی ہے، اور اخلاقی جو ہر اتفاق اور وسعت نظری کے وقت اپنی ضو فشانیاں نہیں بکھیرتے بلکہ اختلاف اور سختی کے وقت پورے آب وتاب کے ساتھ رونما ہوتے ہیں۔

۲- باطل پرست مخالفین پر رحمت ونرمی:

اہل سنت اہل بدعت کار دوابطال ضرور کرتے ہیں،اوراہل باطل کے ہاتھ پکڑ تے ہیں، لیکن ان پر عقوبت سے شفقت کھاتے ہوئے ان پر نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں، ہاں دیکھئے یہی ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ ہیں: خواج کے مقتولین کو دیکھ کر رو پڑے، اور فرمایا: جب ہم نے انہیں اہل اسلام میں سے دیکھا تو ان پر رحم کھاتے ہوئے رویا۔ (الاعتصام للشاطبی:۱/ ۱۷۳-۱۷۷)اہل سنت کا اپنے مخالفین پر مہربانی عدل وانصاف کے دائرے ومیزان میں ان کے معاملے میں بڑی ثمر آور ثابت ہوئی، اور اللہ تعالیٰ کی اس آیت پر بھی عمل ہو:

﴿وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَـَٔانُ قَوۡمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعۡدِلُواْۚ ٱعۡدِلُواْ هُوَ أَقۡرَبُ لِلتَّقۡوَىٰ﴾ [المائدۃ:۸]

”اور کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے“۔

اسی آیت کے پیش نظر ہم سلف صالحین کو دیکھتے ہیں کہ وہ مخالفین پر ظلم وزیادتی اور تہمت طرازی سے منع کرتے ہیں، اور شیخ الاسلام ان کی ہدایت ورہنمائی کا خلاصہ اپنے ان الفاظ میں کرتے ہیں: وہ مخلوق پر مہربانی وشفقت کرتے ہیں، اور ان کے لیے بھلائی، ہدایت اور علم کا ارادہ رکھتے، آغاز میں ان کے لیے برائی کا قصد نہیں کرتے بلکہ جب وہ ان کا مواخذہ کرتے اور ان کی غلطیوں، جہالت وعدم معرفت اور جور وظلم کو واضح کرتے تو اس سے ان کا مقصد صرف حق بیان کرنا اور مخلوق پر رحمت ومہربانی کرنا ہوتا۔(الرد علی البکری ص: ۲۵۷)

سلف صالحین کا اپنے مخالفین پر کمال شفقت یہ تھا کہ وہ برائی کا برائی سے رد نہیں کرتے، لیکن وہ ان کے ساتھ پاکیزہ شریعت کی چاہت کی روشنی میں معاملہ کرتے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے اوپر جھوٹ بولنے کے خلاف جھوٹ بولے، اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اس شخص کے اہل کے ساتھ بے حیائی کرے جس نے ان کے اہل وعیال کے ساتھ بے حیائی کی، بلکہ اگر لواطت (بدفعلی) پر اسے کوئی شخص مجبور کرے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں وہ بھی اسے لواطت پر مجبور کرے، اور اگر کوئی شخص کسی کو شراب پلا کر قتل کردے یا بدفعلی سے قتل کردے تو اسے بھی ویسے قتل کرنا جائز نہیں کیوں کہ یہ حق الٰہی کی خاطر حرام ہے۔

اوراگر نصاری ہمارے نبی کو گالی دیں تو یہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) کو گالی دیں، اور روافض جب ابو بکر وعمر

رضی اللہ عنہما کو کافر کہیں تو ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم علی کو کافر کہیں۔ (منہاج السنۃ: ۵/۲۴۴)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: خوارج اہل جماعت کو کافر کہتے ہیں، اور اسی طرح معتزلہ اپنے مخالفین کی تکفیر کرتے ہیں اور یہی حال اکثر روافض کا بھی ہے ، اور جو نہ تکفیر کرے اسے فاسق قرار دیتے ہیں، ٹھیک اسی طرح نظریہ ان باطل پرستوں کا ہے جو ایک رائے گڑھتے ہیں اور جو ان کی اس رائے میں مخالفت کرتا ہے وہ اسے کافر قرار دیتے ہیں۔ اہل سنت اپنے رب کی جانب سے جو حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اس کی اتباع کرتے ہیں،اپنے مخالفین کی تکفیر کرنا ان کا شیوہ نہیں، بلکہ یہ حق کو سمجھنے وجاننے والے اور مخلوق پر سب سے بڑھ کر مہربانی کرنے والے ہیں(منہاج السنۃ:۵/۱۵۸)

ایک جگہ شیخ الاسلام مزید رقم طراز ہیں: رافضہ میں سے کچھ اہل عبادت اور زہد وتقویٰ بھی ہیں جو اس معاملے میں اپنے علاوہ باطل پرستوں جیسے نہیں ہیں۔ اور معتزلہ ان سے زیادہ سمجھدار اور صاحب علم ودین ہیں۔ روافض کے مقابلے ان میں کذب وفجور کم ہے، اور شیعہ کا فرقہ زیدیہ صدق،عدل اور علم کے زیادہ قریب ہے، باطل پرست فرقوں میں عبادت گزاری اور صدق میں خوارج سے بڑھ کر کوئی نہیں، ان تمام کے باوجود اہل سنت ان کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرتے ہیں، ان پر ظلم نہیں کرتے کیونکہ ظلم ہر حال میں حرام

ہے، بلکہ اہل سنت ان تمام فرقوں کے حق میں ان کے اپنے بعض کے مقابلے بعض سے حق میں بہتر ہیں، وہ رافضہ کے اپنے بعض فرقوں کے مقابلے ان سے زیادہ عدل کرنے والے، اور ان کے حق میں بہتر ہیں، اس کا عتراف خود اہل روافض کو بھی ہے، وہ کہتے ہیں: تم لوگ ہمارے بارے میں جو انصاف کرتے ہو وہ تو ہمارے بعض اپنے بعض کے بارے میں بھی نہیں کرتے، اور یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ ایک انصاف پسند مسلمان ان پر اور ان کے بعض کا بعض سے بھی بڑھ کر عدل کرنے والے ہیں۔ (منہاج السنۃ :۵/۱۵۷-۱۵۸)

۳- اہل ذمہ (معاہد کافروں) پر مہربانی:

اس مختصر پیشکش میں اہل ذمہ کے احکام کی تفصیل مقصود نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے دوسرا مقام زیادہ مناسب ہے، یہاں مقصود صرف اس دین کےعدل وانصاف اور اس کی رحمت وشفقت کا بیان ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَّا يَنْهَىٰكُمُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلَّذِينَ لَمْ يُقَـٰتِلُوكُمْ فِى ٱلدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَـٰرِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوٓا۟ إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ﴾ [الممتحنة: ٨]

”جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی، اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالی تمہیں نہیں روکتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے“۔

حسن تعلق اور عدل وانصاف کی مثالوں میں سے ایک مثال وہ ہے جسے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے فرماتے ہیں: ایک یہودی بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم تھا، وہ بیمار پڑا، اس کی عیادت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے، اور اس کے سر اہنے بیٹھ گئے، اور اس سے فرمایا: اسلام قبول کرلو، تو بچہ اپنے پاس موجود اپنے والد کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا، تو اس کے والد نے کہا: ابوالقاسم کی بات مانو: پھر بچے نے اسلام قبول کرلیا، پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے: "تمام تعریف اس اللہ کو لائق وزیبا ہے جس نے اس بچہ کو جہنم سے بچا لیا"۔(بخاری: ۱۳۵۶)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: ایک یہودی خاتون ان کے پاس آئی اور اس نے ہدیہ کے طور پر خوشبو طلب کیا، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے عنایت کیا، تو اس یہودی خاتون نے کہا: عذاب قبر سے اللہ آپ کو اپنی پناہ میں رکھے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس کی یہ بات میرے دل میں اتر گئی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے، فرماتی ہیں: تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا قبر میں عذاب ہے؟تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «نَعَمْ، إِنَّهُمْ لَيُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ». [أحمد: ٢٠٩/٤٠، رقم:٢٤١٧٨، (صحيح)]

"ہاں، بیشک یہ لوگ قبر میں عذاب دیئے جاتے ہیں جس کی آواز چوپائے سنتے ہیں"۔

یہ یہودی خاتون جو رسول اللہ ﷺ کے گھر آتی جاتی تھی، اور جس نے آپ سے خوشبو طلب کی، اگر وہ ظلم و سختی دیکھتی تو قطعاً خوشبو طلب نہ کرتی۔

سلف صالحین سے احسان مندی، حسن معاملہ اور ان کی رحمت وشفقت کے بڑے دل پذیر واقعات تاریخ کے سنہرے اوراق میں مسطور ہیں۔

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ ہشام بن حکیم نے اپنے شہر حمص کے دورے کے وقت ایک شخص کو پایا کہ وہ جزیہ کی ادائیگی کے تعلق سے کچھ عجمی کسانوں کو دھوپ میں کھڑا کرکے سزا دے رہا ہے، تو انہوں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "اللہ انہیں ضرور عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں"۔(مسلم: ۲۶۱۳)

مجاہد بیان فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے گھر ایک بکری ذبح کی گئی، جب عبداللہ رضی اللہ عنہ گھر آئے تو انہوں نے پوچھا: کیا تم لوگوں نے میرے یہودی پڑوسی کو ہدیہ بھیجا؟ دوبارہ پھر پوچھا: کیا تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کو ہدیہ بھیجا؟ (نہ بھیجا ہو تو بھیج دو)، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "جبریل مجھے برابر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان گذرا کہ وہ اسے وارث بنادیں گے"۔(ابوداود: ۵۱۵۲، ترمذی: ۱۹۴۳، صحیح)

حسن سلوک کا ایک مؤثر واقعہ یہ بھی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

کا ملک شام میں نصاریٰ کے کچھ کوڑھ کی بیماری میں مبتلا لوگوں کے پاس سے گزر ہوا، تو آپ نے انہیں صدقات کے فنڈ سے مال دینے کا حکم فرمایا، اور ساتھ ہی انہیں ان کے لئے راشن جاری کرنے کا حکم دے دیا (فتوح البلدان: ص۱۳۵)

عمر رضی اللہ عنہ کا کچھ لوگوں کے دروازے کے سامنے سے گزر ہوا، دیکھا کہ ایک سائل مانگ رہا ہے جو بوڑھا اور اندھا ہے، تو آپ نے اس کے پیچھے سے اس کے بازو پر مار کر کہا: اہل کتاب میں سے کونسا دین والا ہے، اس نے کہا: "یہودی" تو آپ نے اس سے پوچھا: جو میں دیکھ رہا ہوں اس حالت تک تم کیسے پہونچے؟ اس نے جواب دیا: میں جزیہ، حاجت اور کبیر سنی کی وجہ سے مانگ رہا ہوں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے لے کر اپنے گھر چلے گئے، اور گھر کھانے کے لیے کچھ ٹکڑے دیے، اور اسے بیت المال کے خازن کے پاس بھیج دیا، اور کہا: اسے اور اس کے جزیہ کو دیکھو۔ اللہ کی قسم! ہم نے اس کے ساتھ انصاف نہ کیا، بایں طور کہ ہم نے اس کی جوانی کی کمائی کھائی اور پھر بڑھاپے میں اسکی مدد چھوڑ دیں۔

﴿إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَٱلۡمَسَٰكِينِ﴾ [التوبة: ٦٠]

"صدقات (زکاۃ) فقراء ومساکین کے لیے ہے، فقراء مسلمین ہیں، اور یہ اہل کتاب کے مساکین میں سے ہے، آپ نے اس کا جزیہ (ٹیکس) معاف کردیا۔ (الخراج لأبي یوسف: ص ۱۳۹)۔

جزیہ دینے والے اہل حیرہ کے نام خالد بن ولید کا خط: اور میں

نے ان کے لیے مقرر کیا ہے: ایسا بوڑھا ناتواں جو کام کے لائق نہیں، یا جسے کوئی بیماری لاحق ہوگئی ، یا مالدار کے بعد غریب وفقیر ہوگیا ،اور اس کے دین والے اس پر خیرات کریں، میں اس کے جزیہ کو ساقط کرتا ہوں، اور بیت المال سے اس کے اہل وعیال کے معاش کی کفالت اس وقت تک کی جاری رہے گی جب تک وہ دارالہجرہ اور دارالاسلام میں مقیم رہیں۔(الخراج لأبي يوسف: ص ۱۵۸)۔

عمر بن عبدالعزیز نے اپنے حاکم بصرۃ عدی بن ارطاہ کے نام خط لکھا: جن ذمیوں کے آپ ضامن ہیں ان میں دیکھیں، بڑی عمر والے، کمزور، بلا کمائی والے لوگوں کو بیت المال سے اتنا جاری کردیں جو ان کے لیے مناسب ہو۔ (الأموال لأبي عبيد، ۱۰۳۱، رقم: ۱۳۲، ضعيف الاسناد)

قاضی ابویوسف فرماتے ہیں: یہ خوب مناسب ہے،اے امیر المومنین! اللہ آپ کی تائید ونصرت فرمائے۔ اپنے نبی اور اپنے چچا کے بیٹے محمد ﷺ کے ذمیوں پر نرمی سے پیش آئیں، اور ان کے حالات کا جائزہ لیتے رہیں کہ کہیں وہ ظلم کے شکار نہ ہوجائیں، اور انہیں ایذا نہ پہنچ جائے، اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال دیا جائے۔ اور کسی حق واجب سے زیادہ ان کا مال نہ لے لیا جائے۔(الخراج لأبي يوسف: ص ۱۳۸)

اہل ذمہ کے ساتھ عدل وانصاف کی بے شمار شاندار ودل کو چھونے والی مثالیں موجود ہیں، اگر آپ اس پر مطلع ہونا چاہتے ہیں تو انہیں میں سے ایک مثال یہ بھی ہے ،جس وقت عمر بن عبدالعزیز

نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو اپنے ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے، خبردار! اگر کسی پر کوئی ظلم ہوا ہے تو اسے پیش کرے، اہل حمص کا ذمی آپ کے سامنے کھڑا ہوا، اور کہا: اے امیر المؤمنین! میں آپ سے اللہ کی کتاب مانگتا ہوں، (میرے حق کے بارے میں جو اللہ نے لکھا ہے) تو آپ نے فرمایا: وہ کیا؟ تو فرمایا: عباس بن الولید عبدالمطلب نے میری زمین غصب کرلی ہے، اور عباس بن ولید وہیں بیٹھے تھے، تو ان سے عمر نے فرمایا: اے عباس: کیا کہہ رہے ہو؟ (کیا یہ بات صحیح ہے) تو انھوں نے کہا: ہاں، میرے والد ولید بن عبدالمالک نے اسے میرے نام الاٹ کردیا ہے، اور ایک رجسٹر میں لکھ کر انھوں نے مجھے دے دیا۔ تو عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: اے ذمی! کیا کہتے ہو؟، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں آپ سے اللہ کی کتاب کا سوال کرتا ہوں، تو عمر نے فرمایا: ہاں اللہ کا لکھا ہوا ولید بن عبدالملک کی تحریر سے کہیں زیادہ اتباع وپیروی کا حقدار ہے، اے عباس اٹھو! اور اس کا کھویاہوا سرمایہ اسے واپس کرو، پھر انھوں نے اسے لوٹا دیا۔

(البدایہ والنہایۃ:۹/۲۱۳)

شارع حکیم نے معاہد کافروں (اہل ذمہ) کو قتل کرنے اور انہیں ایذارسانی سے منع کیا ہے بلکہ ان کی عزت وآبرو پر حملہ کرنے کی سخت وعید فرمائی ہے، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا». [البخاري: ٦٩١٤]

"جس نے کسی معاہد کو قتل کردیا تو وہ جنت کی خوش تک نہ پائے گا۔ اور جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جاسکتی ہے"۔

ایک دوسری حدیث ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آئی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ، حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ». [أبو داود: ٢٧٦٠، (صحيح)] "جس نے معاہد کو بغیر کسی وجہ قتل کردیا، اللہ اس پر جنت حرام کردیتا ہے"۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَلاَ مَنْ ظَلَمَ مُعَاهَدًا أَوِ انْتَقَصَ مِنْهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». [أبو داود: ٣٠٥٢، (صحيح)] "سنو! جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا، یا اس کا کوئی حق چھینا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا، یا اس کی کوئی چیز بغیر اس کے مرضی کے لے لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے وکیل ہوں گا۔" یعنی اس کے دعویٰ کی وکالت کروں گا"۔

مسلمان لوگوں کو ذلیل ورسوا کرنے، ان کی کرامتوں کی اہانت کرنے اور ان کے حقوق کو پامال کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے ہیں بلکہ ان کی دعوت عدل وانصاف کی بنیاد، حقوق کی رعایت ونگہداشت، اور مارے ستائے لوگوں کی نصرت ومدد پر قائم ہے، بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ماننے اور نہ ماننے والوں سب کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں۔

۴-جنگ میں شفقت ومہربانی:

اصل میں جنگ کرنے والے کافروں کے ساتھ سختی اور قوت کا برتاؤ کرنا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ جَٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ [التوبة: ۷۳]

"اے نبی کافروں و منافقوں سے جہاد جاری رکھو، اور ان پر سخت ہو جاؤ"۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قَٰتِلُوا۟ ٱلَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ ٱلْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا۟ فِيكُمْ غِلْظَةً وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلْمُتَّقِينَ﴾ [التوبة: ۱۲۳]

"اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں، ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہیئے، اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالی متقی لوگوں کے ساتھ ہے"۔

لیکن اس دین کی بلندی وعظمت اور اس کے توازن کا کمال، اور اس کی تمام شفقت اور نمونہ عدل وانصاف کا کیا کہنا کہ مسلمان کو اس نے جنگ کرنے والے لوگوں کے ساتھ بلند اخلاق کا معاملہ کرنے کا پابند بناتا ہے، کیونکہ جنگ کا مقصد فساد برپا کرنا اور عدوان وسرکشی کرنا نہیں، اور نہ ظلم وبربریت اور غداری وبے وفائی کی راہ پر چلنا ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ وَقَٰتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ يُقَٰتِلُونَكُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُعۡتَدِينَ ﴾ [البقرة: ۱۹۰]

”لڑو اللہ کی راہ ان سے جو تم سے لڑتے ہیں، اور زیادتی نہ کرو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا“

اس دین کی عظمت شان یہ ہے کہ اس سے کفار کے ساتھ بھی عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا ہے: اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَـَٔانُ قَوۡمٍ أَن صَدُّوكُمۡ عَنِ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ أَن تَعۡتَدُواْۘ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ ﴾ [المائدة: ۲]

”جن لوگوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا ان کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم حد سے گزر جاؤ، نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو، اور گناہ و ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو، اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالی سخت سزا دینے والا ہے“۔

اس باب میں بڑی دلربا عملی شکلیں موجود ہیں جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب مال غنیمت سے نوازا۔ اہل خیبر (یہود) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی حالت پر باقی رکھا، اور وہاں کی پیداوار کو اپنے اور ان کے درمیان آدھا آدھا بانٹ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ

کو ان کی زراعت کا تخمینہ لگانے کے لیے بھیجا، پھر انھوں نے ان سے کہا: اے یہود کی جماعت! تم میرے نزدیک اللہ کی سب سے مبغوض مخلوق ہو، تم نے اللہ کے نبیوں کو قتل کیا ہے، اللہ پر جھوٹ باندھے، اور میرا بغض تمہارے خلاف صرف افسوس کرنے کے حد تک ابھارتا ہے، میں نے بیس ہزار وسق کھجور کا تخمینہ لگایا ہے، اگر چاہو تو تمہارا ہے، اور اگر چاہو تو ہمارا ہے، تو سبھوں نے کہا: اسی کے ساتھ تو آسمان زمین ٹکے ہیں۔ ہم نے لے لیا ،ہماری طرف سے نکالو۔ (مسند احمد: ۲۱۳، رقم: ۱۴۹۵۳، صحیح)

نبی کریم ﷺ کی عملی سیرت اخلاقیات میں اعلیٰ دستور کا مقام رکھتی ہے، آپ ﷺ جب بھی کوئی ٹکڑی بھیجتے تو یہ ضرور فرماتے:

«اغْزُوا باسْمِ اللهِ، فِي سَبِيلِ اللهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، اغْزُوا وَلاَ تَغُلُّوا، وَلاَ تَغْدُرُوا، وَلاَ تُمَثِّلُوا، وَلاَ تَقْتُلُوا وَلِيدًا». [مسلم: ۱۷۳۱] ”اللہ کے نام سے جنگ شروع کرو، اللہ کے لیے جہاد کرو، اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے قتال کرو، لڑو بس غلو نہ کرنا، بے وفائی نہ کرنا، مقتول کی اعضاء کی بے حرمتی مت کرنا، اور کسی چھوٹے بچے کو قتل مت کرنا“۔

اور آپ ﷺ نے بعض غزوات میں مقتول عورت کو دیکھ نکیر فرمائی اور بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے کی ممانعت فرمائی۔ (بخاری: ۳۰۱۴، ۳۰۱۵)۔

رباح بن ربیع سے مروی ہے کہ وہ ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے اس کے مقدمۃ الجیش (فوج کے اگلے سرے) پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقرر تھے، رباح اور اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کا گذر ایک مقتول عورت کے پاس سے ہوا جسے فوج کے اگلے حصے سے چوٹ پہنچی تھی، تو یہ سب ٹھہر گئے اور اسے دیکھنے لگے، اور اس کی خلقت پر تعجب کرنے لگے، یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار وہاں پہنچ گئے، پھر لوگوں نے آپ کے لیے جگہ خالی کردی۔ تو آپ ﷺ نے وہاں ٹھہر کر دیکھا اور کہا: "یہ تو لڑنے والی نہیں لگتی"۔ پھر ان میں کسی ایک سے آپ نے فرمایا: «الْحَقْ خَالِدًا، فَقُلْ لَهُ: لَا تَقْتُلُوا ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيفًا». "خالد سے ملو، اور ان سے کہہ دو کہ عورتوں بچوں اور مزدوروں، خادموں کو قتل نہ کریں"۔ (مسند احمد: ۲۲ / ۳۱۷، رقم الحدیث: ۱۵۹۹۲، ابوداؤد: ۲۶۶۹، ابن ماجہ: ۲۸۴۲، صحیح)۔

اسود بن سریع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے ہمراہ ایک غزوہ کیا، اور اچانک حملہ کردیا، اور لوگوں کے ساتھ ساتھ اس روز بچوں کو بھی مار ڈالے، پھر یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ جَاوَزَهُمُ الْقَتْلُ الْيَوْمَ حَتَّى قَتَلُوا الذُّرِّيَّةَ؟!». "اس قوم کا کیا حال ہوگا جس کے یہاں آج قتل حد سے تجاوز کر گیا یہاں تک کہ لوگوں نے بچوں اور عورتوں کو بھی قتل کردیا"۔

ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ تو مشرکین کے ہی

اولاد ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”خبردار! عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو، خبردار، عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو“۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: «كُلُّ نَسَمَةٍ تُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ حَتَّى يُعْرِبَ عَنْهَا لِسَانُهَا، فَأَبَوَاهَا يُهَوِّدَانِهَا أَوْ يُنَصِّرَانِهَا».

”ہر جان فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کی زبان اس کا اظہار نہ کردے، تو اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں“۔(مسند احمد: ۲۵۶۲۴۔۳۵۷۔رقم: ۱۵۵۸۹، صحیح)

رحمت وشفقت کا ایک پراثر واقعہ جیسے ابو عبدالرحمن الحبلی نے نقل کیا ہے فرماتے ہیں: ہم لوگ سمندر میں تھے ،اور ہمارے امیر عبداللہ بن قیس الفزاری تھے ، اور ہمارے ساتھ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے، تو وہ نائب امیر (مال غنیمت تقسیم کرنے والے کے پاس) سے گزرے، اور دیکھا کہ وہ ایک چھوٹی بچی کو کھڑا کئے ہوئے ہیں، اور وہیں ایک عورت رو رہی ہے، تو انھوں نے کہا: اس عورت کا کیا معاملہ ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: لوگوں نے اس کے اور اس بچی کے درمیان جدائی کردی ہے، فرماتے ہیں کہ وہ اس کی بچی کا ہاتھ پکڑے، اور لے جا کر واقعہ سے مطلع کیا، تو انھوں نے ابو ایوب انصاری کے پاس بھیج دیا، ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے پوچھا! کس چیز نے آپ کو ایسا کرنے پر آمادہ کیا؟ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ سے سنا ہے آپ ﷺ فرمارہے تھے: «مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الأَحِبَّةِ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ». ”جس نے ماں اور بیٹی کے درمیان جدائی کرادی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے اوراس کے احباب کے درمیان جدائی کردے گا“۔(مسند احمد: ۴۸۶۳۸، رقم الحدیث: ۲۳۵۴۶، ترمذی: ۱۵۶۶، حسن)

اس منہج پر اسلامی لشکر عدل ورحمت کی خوشبو بکھیرتے رواں دواں ہوتے، ہاں دیکھے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو شام کی جانب روانہ ہونے والے لشکر کے امیر یزید بن ابی سفیان کو الوداع کرتے وقت یہ وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں! وہاں آپ لوگوں کو ایک ایسی قوم ملے گی جن کا یہ زعم ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے لیے روک رکھا ہے، تو انہیں ان کے خیال کے مطابق چھوڑ دیجئے، پھر وہیں آپ لوگوں کو ایسی قوم بھی ملے گی جنھوں نے اپنے سروں کے بیچ بالوں کا نشان بنا رکھا ہے، تو اسے تلوار سے ختم کردینا،اور میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں : کسی عورت کو ہرگز قتل نہ کرنا، کسی بچے اور بڑی عمر کے آدمی کو بھی قتل نہ کرنا، پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا، آباد گھروں کو تباہ مت کرنا، بکریوں اور اونٹوں کو تباہ نہ کرنا، یا اگر کھانا چاہتے ہو تو کوئی حرج نہیں، کھجوروں کے باغ میں آگ نہ لگانا، اور نہ ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنا، خیانت نہ کرنا، اور بزدلی کا ثبوت نہ دینا۔(موطا مالک:۲/ ۴۴۸ ، عبدالرزاق :۵/ ۱۹۹، رقم الحدیث: ۹۳۷۵)

یہ سپوت سید البشر ، لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے معلم اعظم کے ہاتھوں تربیت یافتہ تھے، سخت سے سخت ترین حالات میں

ان کے نہج اور طریقے میں ادنیٰ تغیر بھی ہونے کا امکان نہیں، جب آپ ﷺ ایذا رسانیوں سے دوچار ہوتے تو اپنے نفس پر کنٹرول رکھتے، اور اپنے اخلاق کریمانہ سے کینہ و سختی سے کہیں زیادہ بالاتر ہوتے، اور آپ ﷺ پر رحمت وشفقت کی علامتیں جھلکنے لگتیں، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کیا آپ پر احد کے دن سے بھی سخت کوئی دن آیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تمھاری قوم سے جن جن مصیبتوں سے پالا پڑا ان میں سب سے سنگین مصیبت وہ تھی جس سے میں یوم عقبہ (گھاٹی کے دن) دوچار ہوا، جب میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل بن عبد کلال کے صاحب زادے پر پیش کیا، لیکن اس نے میرے مطالبے منظور نہ کیے، تو میں غم والم سے نڈھال اپنے سمت چل پڑا، اور جب ہم قرن ثعالب پہونچے تو ہمیں افاقہ ہوا، وہاں میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے بغور دیکھا تو اس میں جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ انھوں نے مجھے پکار کر کہا: آپ کی قوم نے آپ سے جو بات کہی ہے اللہ نے اسے سن لیا ہے، اب اس نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، تاکہ ان کے بارے میں آپ انھیں جو حکم چاہیں دیں، اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی، اور مجھ سے سلام کرنے کے بعد کہا: اے محمد! بات یہی ہے، اب آپ جو چاہیں، اگر آپ چاہیں کہ میں انھیں دو پہاڑوں کے درمیان رکھ کر کچل دوں ، تو ایسا ہی ہوگا، تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ”بلکہ مجھے

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کریگا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو ساجھی وشریک نہیں ٹھہرائے گی"۔(بخاری: ۳۲۳۱، مسلم: ۱۸۹۵)

امت جو اپنے وقار کو مضبوطی سے تھامے رہے، اور حالت حرب وامن دونوں صورتوں میں ایک حد تک اخلاق وآداب کا پابند رہے، تو فی الواقع یہی ربانی امت ہے جو معنی خیریہ کا سب سے زیادہ حقدار ہے،اور جب بندوں کے دلوں میں شفقت ورحمت جاگزیں ہوجائے، تو قوت کا استعمال کلمہ حق کی بلندی کی خاطر اور عدل وانصاف کی فضا ہموار کرنے کے لیے، اور کمزوروں اور بے بسوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے ہوگا۔

اللہ ہی کے لیے تمام شکر واحسان ہے۔یہ دین رحمت ہے، اور دین کے حاملین پر یہ واجب ہے کہ وہ بھی لوگوں کے لیے رحمت بنیں۔ جیساکہ اللہ عزوجل نے سچ فرمایا ہے:

﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُۖ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقۡتَدِهۡ﴾ [الأنعام: ٩٠]

"یہی لوگ ایسے تھے جن کو اللہ نے ہدایت کی تھی، سو آپ بھی انہیں کے طریقے پر چلئے"۔

دین رحمت کی چھٹی جھلک

نافرمانوں (مجرموں) پر اقامت حدود میں رحم وشفقت

اللہ عزوجل نے معاشرے میں رحمت و شفقت کرتے ہوئے حدود اور تعزیرات (سزائیں) بطور قانون ونظام مقرر کیا، تاکہ کشمکش اور باہمی تنازعہ سے معاشرے کے وجود کی حفاظت ہو، بندوں کی مصلحتوں کی کامل نگہداشت ہو، اس کا مقصد قتل وغارت نہیں اور نہ ہی دشمنوں کو تکلیف دیکر دل کی ٹھنڈک حاصل کرنا ہے، بلکہ اس کا بنیادی ہدف ہے کہ معاشرے میں مجرمانہ حرکت کرنے والوں کو پچھاڑا جائے، اور انہیں اس سے روکا جائے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ وَلَكُمْ فِي ٱلْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ يَٰٓأُو۟لِي ٱلْأَلْبَٰبِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾

[البقرة: ۱۷۹]

”عقلمندو! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے ،اس باعث تم (قتل ناحق سے) رکو گے“۔

نادانوں اور بے وقوفوں کے ہاتھ روکے بغیر بقیہ لوگوں کی سیدھی زندگی کا تصور نہیں،اور نہ ہی ان کے ظلم وفساد سے بغیر روکے لوگ چین کی زندگی جی سکیں گے،جیسا کہ ابن عاشور نے فرمایا: قصاص اور حدود جرم کے ارتکاب کرنے والے پر سخت اور باقی لوگوں کے لیے باعث رحمت ہے۔ (التحریر والتنویر: ۹/۲۹۷)

العز بن عبد السلام شرعی عقوبات سے حاصل شدہ عام شرعی مصالح اور ان پر خاص مفاسد کے مرتب ہونے کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔ بسا اوقات مصالح کے اسباب مفاسد ہوتے ہیں جنہیں بروئے کار لانے کا حکم دیا جاتا ہے، یا اسے مباح قرار دیا جاتا، لیکن اس کا حکم یا مباح قرار دینا اس لیے نہیں کہ وہ مفاسد ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ مصالح تک پہونچانے والے ہیں، اور اس کی مثال لوٹ مار کرنے والے کا ہاتھ کاٹنا دوسرے لوگوں کی سالمیت اور حفاظت کے خاطر، جہاد میں جان جانے کے خطرات، شرعی سزائیں اس لیے مطلوب نہیں کہ وہ مفاسد ہیں بلکہ اس سے اس کے شرعی مقاصد ہیں جیسے چور کا کا ہاتھ کاٹنا، رہزن کا ہاتھ کاٹنا، مجرمین کا قتل، زانیوں کی سنگ ساری، یا کوڑا مارنا اور جلاوطن کرنا اور اس طرح دیگر سزائیں، یہ تمام کی تمام مفاسد ہیں، حقیقی مصالح کے حصول کی خاطر شریعت نے اسے عمل میں لانے کو واجب قرار دیا ہے، تاکہ اس سے ڈرانے ودھمکانے کا مقصد حاصل ہوجانے اور سزائیں نافذ کرنے کے لیے وقت اور دور اندیشی ضروری ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجۡلِدُواْ كُلَّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا مِاْئَةَ جَلۡدَةٖۖ وَلَا تَأۡخُذۡكُم بِهِمَا رَأۡفَةٞ فِي دِينِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۖ وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٞ مِّنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴾ [النور: ٢]

”زناکار عورت ومرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ، ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے، تمہیں ہر گز ترس نہ

کھانا چاہیے، اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو، ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے"۔

اکثر مفسرین نے یہ وضاحت کی ہے کہ اللہ کے اس قول: ﴿وَلَا تَأۡخُذۡكُم بِهِمَا رَأۡفَةٌ﴾ "ان پر تمہیں ترس نہ آئے" کا مقصود دو امر ہے:

۱-مار ہلکی کردو، لیکن ان دونوں کو تکلیف دو۔

۲- حدود قائم کرنا ختم کردو۔ (زاد المیسر فی علم التفسیر:۵/۳۶۳، الجامع لأحکام القرآن: ۱۲/۱۶۵)

حدود قائم کرنے کے دوران اور شرعی سزانافذ کرنے کے وقت مجرموں پر ترس کھانا جائز نہیں، ساتھ ہی ساتھ ہمیں اس کا علم ہونا چاہیے کہ یہ شرعی احکام رحمت ہے جسے شریعت مطہرہ نے عطا کیا، اور معاشرے کے متعلقہ مسائل سے ظاہر ہے،یہی نہیں یہ سزا پانے والے لوگوں کے حق میں بھی رحمت ہے جس کا ظہور چندامور میں ہوتا ہے:

۱- کامل شروط کا حصول اور موانع کی نفی:

شارع کی حکمت یہ ہے کہ وہ حق سزا کی شروط جب تک مکمل نہ ہوجائیں اور معصیت میں واقع ہونا ثابت نہ ہوجائے، اور اس کی رکاوٹیں دور نہ ہوجائیں، جب تک شریعت سزا کے نفاذ کو واجب نہیں کرتی، تاکہ انسان نرمی سے محروم نہ ہو، اور اس کے کرامت کی حفاظت ہوسکے۔

مسلمان قاضی حدود اور عقوبات کو دفع کرنے کی اچھی راہیں ڈھونڈتا ہے جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جتنا ہوسکے مسلمانوں سے کوڑے اور قتل کو ہٹاؤ (البیہقی فی السنن الکبریٰ: ۸/۲۳۸، حسن، إرواء الغلیل رقم: ۲۳۵۵)

علامہ عبد الرحمن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب انسان کا معاملہ مشتبہ ہوجائے۔ اور اسکے حالت کی معرفت ہم پر مشکل ودشوار ہوجائے، اور مختلف احتمالات پائی جائیں، تو کیا کوئی ایسا فعل ہے جو حد کو واجب کرتا ہے یا نہیں؟ کیا وہ عالم یا جاہل؟ کیا وہ اس کے حلال کا اعتقاد رکھتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کے پاس کسی عقد یا اعتقاد کا عذر ہے یا نہیں؟ اس سے سزا ہٹادی جائے گی کیونکہ ہم سزا کو واجب کرنے والی چیزوں کو یقینی طور پر ثابت نہیں کر پا رہے ہیں۔

جب معاملہ دو معاملوں کے درمیان تردد اور شک کا شکار ہوجائے تو سبب عقوبت کے فاعل سے سزا بتانے میں خطا زیادہ آسان ہے کیونکہ سبب سزا نہ کرنے والے پر سزا کے نفاذ کے بارے میں خطا زیادہ مشکل ہے، اور اللہ کی رحمت اس کے غضب سے پہلے ہے، اور شریعت الٰہی بھی آسانی اور سہولت پر مبنی ہے۔ اصلا معصوموں کا خون، ان کا بدن، ان کے مال سب حرام ہیں، جب تک کہ ہمارے لیے ان میں سے کوئی کسی چیز کا مباح ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ (بہجۃ قلوب الأبرار، ص: ۱۱۱)

۲- نفاذ حد کے وقت حقیقی ترس و مہربانی:

عاصی پر حقیقی ترس تو اس پر حد قائم کرتے وقت کھایا جاتا ہے، کیوں کہ اس کے حق میں اسراف سے یہ خود بچانے والا ہے، اسی کے سبب علامہ محمد جمال الدین قاسمی فرماتے ہیں: ایک محبت کرنے والا گرچہ اسے اپنے محبوب کی صورت دیکھنا اور اس کا مزہ حاصل کرنا ہے اور اس کی بات سننا اسے محبوب ہے لیکن اس مریض کی وہ دوا نہیں، اور جب نقصان دہ چیز کی چاہت کرے یا نا پسندیدہ دوا کھانے میں چیخ و پکار کرے، پھر ہم اس پر ترس کھا جائیں، تو سمجھو کہ یقینا ہم نے اس کی ایسی چیز پر مدد کی ہے جو اسے نقصان پہونچانے والی یا اسے ہلاک وبرباد کرنے والی ہے۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ﴾

[العنکبوت: ٤٥]

"بیشک نماز فحش و منکر سے روکتی ہے" یعنی اس میں شفا اور فحش و منکر سے برأت ہے، بلکہ اس پر ترس کھانا یوں ہے کہ دوا پینے پر اس کی مدد کی جائے گرچہ وہ کڑوی ہو، نماز کی طرح سے جو اذکار اور دعوات سے لبریز ہے۔ اور اس پر ترس کھانا کچھ یوں بھی ہے کہ تمام بیماری میں اضافہ کرنے والی چیزوں سے اس کی حفاظت کی جائے، اور یہ نہ خیال کیا جائے کہ وہ کسی حرام سے محظوظ ہو جائے تو اس کی بیماری ٹھہر جائے گی بلکہ اس سے تو بیماری مزید بڑھے گی،

اس کے محظوظ ہونے سے اگر رک بھی جائے تو اپنے پیچھے وہ ایک ایسی بڑی بیماری چھوڑ جائے گی جس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ بلکہ بیماری کے مستحکم ہونے سے پہلے دو بیماریوں میں سے ادنی کے مقابل بڑے ضرر رساں بیماری کا ہٹانا واجب ہے۔ جیسا کہ یہ بات عیاں ہے کہ باقی رہنے والے مرض کے درد والم سے نفع بخش علاج کا درد زیادہ بہتر ہے۔ یہیں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شرعی عقوبات نفع بخش دوائیں ہیں اور یہ اللہ کی اس کے بندے پر شفقت ومہربانی ہے جو اللہ کے اس قول کو شامل ہے:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ﴾ [الأنبياء: ١٠٧]

”ہم نے آپ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے“۔

جس نے مریض پر ترس کھا کر نفع بخش رحمت کو ترک کردیا تو حقیقت میں اس نے عذاب پر اس کی مدد کی، گرچہ اس سے اس کی بھلائی ہی کا ارادہ ہو۔ اور وہ اس بارے میں جاہل واحمق ہے۔ (محاسن التاویل:۱۲/ ۱۱۲)

۳- حد گناہ کا کفارہ ہے:

اہل عصیاں پر اللہ کا بڑا فضل ہے کہ حدود کو ان کے گناہوں کا کفارہ بنادیا،یہ ان کے لیے تطہیر اور ان پر شفقت کا سامان ہے، خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ أَصَابَ ذَنْبًا أُقِيمَ عَلَيْهِ حَدُّ ذَلِكَ الذَّنْبِ، فَهُوَ كَفَّارَتُهُ». [أحمد: ٣٦/ ١٩١-١٩٢، رقم: ٢١٨٦٦،

(صحیح)] ”جو شخص گناہ کا مرتکب ہوا، اور اس کی حد اس پر قائم کردی گئی، تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے“۔(مسند احمد: ٣٦/١٩١- ١٩٢، رقم الحدیث: ٢١٨٦٦، صحیح)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک جماعت میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَلاَّ تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا، وَلاَ تَسْرِقُوا، وَلاَ تَزْنُوا، وَلاَ تَقْتُلُوا أَوْلاَدَكُمْ، وَلاَ تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلاَ تَعْصُونِي فِي مَعْرُوفٍ؛ فَمَنْ وَفَّى مِنْكُمْ، فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَأُخِذَ بِهِ فِي الدُّنْيَا، فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَطَهُورٌ، وَمَنْ سَتَرَهُ اللهُ فَذَلِكَ إِلَى اللهِ؛ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ». [البخاري: ٦٨٠١، مسلم: ١٧٠٩]

”میں تم لوگوں سے اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ تم لوگ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کروگے، چوری نہ کروگے، زنا نہ کروگے، اپنی اولاد کو قتل نہ کروگے۔ اپنے آگے پیچھے بہتان تراشی نہ کروگے، بھلائی کے کاموں میں نا فرمائی نہ کروگے، تم میں سے جس نے اسے پورا کیا تو اس کا اجر وثواب اللہ پر ہے، اور جو کوئی ان میں سے کچھ کر بیٹھا، اور دنیا میں اس کا مواخذہ ہوگیا تو یہ اس کے لیے کفارہ اور باعث طہارت وپاکیزگی ہے، اور جس کا اللہ نے دنیا میں چھپا دیا تو اس کا معاملہ اللہ کے پاس ہے چاہے، اسے عذاب دے یا چاہے اسے معاف کردے“۔

۴- سزا میں مقصود شرعی سے زیادہ نقصان نہ دی جائے:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے خطاب میں فرمایا: اے لوگو! اپنے غلاموں پر حد نافذ کرو، جو ان میں سے شادی شدہ ہیں یا غیر شادی شدہ ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی نے زنا کرلیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسے کوڑے مارنے کا حکم دیا، تو وہ نفاس کے تازہ دور سے گذر رہی تھی، مجھے اس بات کا خدشہ ہوا کہ کہیں کوڑے مارتے وقت میں اسے قتل نہ کردوں، پھر میں نے اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَحْسَنْتَ، اتْرُكْهَا حَتَّى تَمَاثَلَ». [مسلم: ۱۷۰۵] "بہت اچھا کیا، اسے چھوڑدو یہاں تک کہ وہ حد کے لائق ہوجائے"۔

۵- حدود کے نفاذ میں لوگوں کے درمیان عدل:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مخزومی خاتون جس نے چوری کی اس کا معاملہ قریش کے یہاں بڑی اہمیت حاصل کرلیا، تو ان لوگوں نے کہا اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون گفتگو کرے گا؟ لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اس موضوع پر جرأت کرسکتے ہیں، اسامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ؟» "اللہ کے حدود میں سے اس مقررہ حد کے بارے میں تم سفارش کرتے ہو؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: «إِنَّمَا أُهْلِكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ

الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَأَيْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا». [البخاري: ٣٤٧٥، مسلم: ١٦٨٨] "جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ ہلاک ہوگئے کیونکہ ان میں جب کوئی اعلیٰ خاندان کا چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے، اور جب کوئی کمزور ان میں چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے، اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹ لیتا"۔

نافرمان کو جب یہ پتہ چل جائے کہ فیصلہ میں سب لوگ برابر ہیں، تو اس کا دل مطمئن ہو جائیگا، اور وہ شریعت کے فیصلے سے راضی برضا ہو گا۔

٦-گنہ گار کے لیے عذر کی تلاش:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ، أَوْ غَمَزْتَ، أَوْ نَظَرْتَ». "شاید تم نے بوسہ لیا ہے، یا ٹٹولا یا دیکھا"۔ تو انھوں نے فرمایا: نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے اندر داخل کردیا"۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تب اللہ کے نبی ﷺ نے انہیں رجم کا حکم دیا۔

٧-نافرمان کے کامل محاسن کو باطل قرار نہ دینا:

اہل سنت حدود نافذ کیے گئے لوگوں کے جملہ خوبیوں کو باطل

قرار نہیں دیتے جیسا کہ خواج کا شیوہ ہے۔ یہ عاصی سے اسکی عصیان کی وجہ سے بغض کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، حدود کی شروط اور موانع کی نفی پائی جانے کی صورت میں ان پر حدود نافذ کرتے ہیں، اس کی بقیہ اطاعتوں، اور جن میں بھلائی ہے ان تمام کو محبت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ لہذا بیک وقت ایک شخص میں اہل سنت کے نزدک لائق ستائش امور اور قابل مذمت چیزیں پائی جاسکتی ہیں۔ اور فی الواقع یہی انصاف بھی ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص جس کا نام عبداللہ تھا، اور اسکا لقب الحمار تھا۔وہ رسول اللہ ﷺ کو ہنساتا تھا، اور نبی ﷺ نے شراب نوشی کے جرم میں اسے کوڑے بھی لگوائے، ایک دن وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، اور آپ نے اسے کوڑے مارنے کا حکم دیا،تو قوم کے ایک شخص نے کہا: اللھم العنہ، اے اللہ! تو اس پر اپنی لعنت نازل فرما۔ یہ کتنا زیادہ شراب پیتا ہے، تو نبی ﷺ نے فرمایا:
«لاَ تَلْعَنُوهُ، فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ: إِنَّهُ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ». [البخاري: ٦٧٨٠]

”تم لوگ اس پر لعنت مت بھیجو، اللہ کی قسم مجھے معلوم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے“۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: مرتکب گناہ کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا ثبوت اور منہیات کے ارتکاب کے باوجود نبی

اکرم ﷺ نے ہمیں بتایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اور باربار معصیت ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی محبت دل سے نہیں چھینی جاتی ۔(فتح الباری:۱۲/ ۷۸)

۸- عاصی پر بد دعا کی ممانعت:

جب حد اہل عصیان کے حق میں کفارہ ہے، تو اس سے زیادہ اس کو عقاب دینا جائز نہیں، اور نہ ہی اس پر بددعا کی جائے، کہ یہ اسے نفرت تک اور اس کے اسلام کو شیطان تک پہونچا دے جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شرابی نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا، تو آپ نے فرمایا: " اسے مارو"تو ہم میں سے کسی نے ہاتھ سے اور کسی نے جوتے سے اور کسی نے کپڑے سے مارا، جب وہ مڑ کے جانے لگا تو کسی آدمی نے کہا: اللہ تجھے رسوا کرے،تو آپ ﷺ نے فرمایا: «لاَ تَقُولُوا هَكَذَا، لاَ تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ».”ایسا مت کہو، اس پر شیطان کی مدد مت کرو“۔(بخاری:۶۷۷۷)

۹- عار دلانے کی ممانعت:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے: «إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلاَ يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِذَا زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلاَ يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ».

[البخاري: ٢٢٣٤، مسلم: ١٧٠٣]

”تم میں سے کسی کی باندی جب زنا کرلے، اور اپنے زنا کو بتا دے تو اسے حد کے کوڑے لگائے جائیں،اور اس کے گناہوں کا مواخذہ نہ کیا جائے، اگر دوسری بار وہ زنا کرلے تو اس پر حد کے کوڑے لگائے جائیں،اور کوئی مواخذہ نہ کیا جائے، اور اگر تیسری بار پھر زنا کرلے اوراپنے زنا کااعتراف کرلےتو بال کی رسی کے بھاؤ ہی کیوں نہ ہواسے بیچ دے“۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں: تثریب کے معنی: ڈانٹ پھٹکار، اور گناہوں پر گرفت کرنا ہے، اس باب اور اس جیسے باب میں یہی حکم ہے کہ مرتکب گناہ سے جو سرزد ہو جائے اس پر اسے عار دلائیں، اور جس میں ان کی قدح ہوچکی ہے، اور جس پر وہ سزا پاچکے ہیں ان کا مواخذہ نہ کیا جائے، اور نہ ان پرڈانٹ وپھٹکار اور نہ ان پر لعنت وملامت کریں، اس لیے کہ اب وہ اس کی موافقت کرنے والے نہ رہے، یعنی اب وہ اپنے گناہوں کا کفارہ کرچکے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم: ۵/۵۳۶-۵۳۷)

ملا علی قاری فرماتے ہیں: (ولا یثرب) راء کے تشدید کے ساتھ، معنی ہے: لونڈی پر عیب نہ لگائیں، اور حد قائم ہوجانے کے بعد کوئی اسے عار نہ دلائیں،کیوں کہ حد کا نفاذ اس کے حق میں اس کے گناہوں کے لیے کفارہ ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۴/۷۳)

۱۰- سزا میں حد سے تجاوز کی ممانعت:

ابوبردہ بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ إِلاَّ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ»

[البخاري: ٦٨٤٨، مسلم: ١٧٠٨] "دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے جائیں مگر اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں"۔

قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کا خلاصہ:

۱- حدود وتعزیرات کے نفاذ سے شارع کا مقصد تشفی قلب اور انتقام لینا نہیں، بلکہ محض معاشرے کی حمایت اور کھلواڑ کرنے والوں سے اسے تحفظ فراہم کرنا ہے، اور عاصی کو روکنا، اسکی تربیت کرنا، اور عصیاں کے اثرات سے اسے پاکیزہ بنانا ہے۔

۲- حدود وتعزیرات جس کے اندر دور اندیشی اور شدت جھلک رہی ہے یہ معاشرے میں رحمت وشفقت کے خاطر ہے۔ یہ ایک عاصی کے لیے رحمت ہے،یہ رحمت عاصی کے حق میں سزا کے نفاذ سے پہلے، سزا نافذ کرنے کے دوران اور اس کی تنفیذ کے بعد ثابت ہوتی ہے۔

۳- شریعت اسلامیہ میں نظام عقوبات عدل وانصاف کے روشن منارے ہیں جس میں اعلیٰ واسفل حسب نسب والے سب یکساں ہیں۔ حاکم ورعایا، مالدار وفقیر سب برابر ہیں۔ ہر حق والے کے حق کی پوری ضمانت ہے، چاہے وہ زیادتی کرنے والا ہو یا جو زیادتی کا شکار ہو، کسی پر جور وظلم نہیں، مستحق سزا کو مقرر سزا سے زیادہ نہیں، اسی کے عکاسی ہوتی ہے اللہ کے اس فرمان سے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ بِٱلۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوۡ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمۡ أَوِ ٱلۡوَٰلِدَيۡنِ وَٱلۡأَقۡرَبِينَۚ إِن يَكُنۡ غَنِيًّا أَوۡ فَقِيرٗا فَٱللَّهُ

أَوۡلَىٰ بِهِمَاۖ فَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلۡهَوَىٰٓ أَن تَعۡدِلُواْ﴾ [النساء: ١٣٥]

"اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے، اور خوشنودی مولا کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو، یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ دار عزیزوں کے، وہ شخص اگر امیر ہو تو اور فقیر ہو تو دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے، اس لیے تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا"۔

دین رحمت کی ساتویں جھلک

جانوروں پر نرمی کا برتاؤ

جانوروں پر نرمی کرنے کی ترغیب بہت ساری حدیثوں میں دی گئی ہے، انہیں میں سے وہ حدیث ہے جس کی روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «بَيْنَمَا كَلْبٌ يَطِيفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ، إِذْ رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَنَزَعَتْ مُوقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهُ بِهِ، فَسَقَتْهُ إِيَّاهُ، فَغُفِرَ لَهَا بِهِ». [مسلم: ٢٢٤٥] "ایک کتا کنویں کے گرد گھوم رہا تھا ایسا لگتا تھا کہ پیاس سے وہ مرجائےگا، اتنے میں بنو اسرائیل کی ایک بدکار عورت نے دیکھ لیا، اس نے اپنا موزہ نکالا، اور اس کے لیے اس کنویں سے پانی نکالا، اور اسے سیراب کیا، اس کی وجہ سے اسے معاف کردیا گیا"۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا، فَنَزَلَ فِيهَا، فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ: يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ بِي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ، فَمَلأَ خُفَّهُ، ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ، فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ فَقَالَ: «فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ». [البخاري: ٦٠٠٩، مسلم: ٢٢٤٤] " ایک آدمی کسی راستے پے جا

رہا تھا کہ اسی دوران اسے سخت پیاس لگی،ایک کنواں ملا اس میں اتر کر اس نے پانی پیا، پھر باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے، اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس شخص نے دل میں کہا: اس کتے کا پیاس سے وہی حال ہے جو میرا تھا، چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور اپنے موزوں کو پانی سے بھرا۔ پھر منہ میں دبا کر اوپر چڑھا، اور کتے کو پلایا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول فرمالیا، اور اسے بخش دیا، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمارے لیے چوپائیوں میں بھی ثواب ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہر تر کلیجہ والے (جاندار) میں ثواب ہے“۔

حافظ ابن عبدالبر القرطبی فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ جانوروں کے ساتھ برا سلوک کرنا جائز وحلال نہیں۔ ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا،جب ان کے ساتھ بھلائی وحسن سلوک کرنے پر نیکیاں اوراحسنات ہیں تو اس کی دلیل خود بخود قائم ہوگئی کہ ان کے ساتھ برا سلوک باعث گناہ ہے۔ اللہ جسے چاہتا اس سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس میں شک نہیں اور نہ اس سے ہٹانے کا کوئی آلہ کار ہے۔ (التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید: ۸/۲۲)

جانوروں پر نرمی کے چند پہلو

ا- جانور کو بھوکا رکھنے کی ممانعت:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيهَا

النَّارَ، لاَ هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَلاَ سَقَتْهَا؛ إِذْ حَبَسَتْهَا، وَلاَ هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الأَرْضِ». [البخاري: ٣٣١٨، مسلم: ٢٢٤٢]

"ایک عورت بلی کی وجہ سے مستحق عذاب ہوئی، بلی کو اس نے قید کر رکھا یہاں تک وہ مرگئی، تو وہ اس کی وجہ سے جہنم رسید ہوگئی۔ نہ تو اسے کھلایا اور نہ ہی اسے پانی پلایا جب اس نے اسے بند کیا، اور نہ ہی اسے آزاد کردیا کہ وہ جاکر زمین کے کچھ کیڑے مکوڑے کھالیتی"۔

سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گذرے جس کا پیٹ اس کی پشت سے چپک گیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اتَّقُوا اللهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ: فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً وَكُلُوهَا صَالِحَةً». [أبو داود: ٢٥٤٨، (صحيح)]

"ان بے زبان چوپائیوں کے سلسلے میں اللہ سے ڈرو، ان پر سواری بھلے طریقے سے کرو، اور ان کو بھلے طریقے سے کھاؤ"۔

یہ لطائف میں سے ہے کہ روح بن زنباع نے ایک روز تمیم داری رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تو انہیں دیکھا کہ اپنے گھوڑے کے لیے جَو صاف کررہے ہیں، اور ان کے گرد ان کے عیال بھی ہیں۔ تو روح نے ان سے کہا: کیا ان میں آپ کے لیے کوئی نہیں ہے جو آپ کے لیے کافی ہو؟ تو تمیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہاں کیوں نہیں! لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: «مَا مِنِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يُنَقِّي لِفَرَسِهِ شَعِيرًا، ثُمَّ يُعَلِّقُهُ عَلَيْهِ إِلاَّ كَتَبَ لَهُ بِكُلِّ حَبَّةٍ حَسَنَةً». [أحمد: ١٥٣/٢٨، رقم: ١٦٩٥٥، (حسن)] "کوئی بھی

مسلمان جو اپنے گھوڑے کے لیے جَو صاف کرے، پھر اسے چارہ دے، تو اللہ تعالیٰ ہر دانہ کے بدلے ایک نیکی لکھتا ہے"۔

۲- جانور کو ڈرانے کی ممانعت:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے، آپ اپنی ضرورت کے لیے گئے، ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے اس کے دونوں بچوں کو پکڑ لیا، وہ چڑیا آکر زمین پر اپنا پر بچھانے لگی، اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگئے، اور فرمایا: «مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا». [أبو داود: ٢٦٧٥، (صحيح)]

"اس چڑیا کا بچہ لے کر اسے کس نے بے قرار کیا ہے؟ اس کے بچے کو اسے واپس کرو"۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انھوں نے چند نوجوانوں کو دیکھا کہ وہ ایک مرغی کو باندھ کر اسے تیر کا نشانہ بنا رہے ہیں، تو انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "قتل کے لیے جانوروں کو باند کر رکھنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے"۔ (بخاری: ۵۵۱۳)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے گزرے جنھوں نے ایک پرندہ باندھ رکھا تھا۔ اور اپنے تیروں سے اس کو نشانہ لگاتے تھے، اور صاحب پرندہ کے لیے ہر غلط نشانے پر ایک تیر مقرر کیا تھا، اسی دوران انھوں نے عبد اللہ بن عمر کو دیکھ لیا۔ اور وہاں

سے بکھر گئے۔ تو ابن عمر نے فرمایا: یہ کس نے کیا؟ ایسے کرنے والے پر اللہ لعنت فرماتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت کی جو ایک ذی روح شئ کو ہدف نشانہ بناتا ہے۔ (مسلم: ۱۹۵۸)

اور اسی باب میں وہ بھی داخل ہے جسے ' بیل کی لڑائی کا کھیل، کا نام دیا جاتا ہے جس کی اسپین و دیگر ملکوں میں بڑی شہرت ہے، حالانکہ یہ قساوت، بے حیائی اور کم عقلی کے قبیل سے ہے، اس پر طرہ یہ کہ یہی لوگ حقوق جانور کا گلا پھاڑ پھاڑ کر مطالبہ کرتے ہیں، اور ان میں سے بعض مسلمانوں کے قربانی کے بکرے ذبح کرنے پر اعتراض کرتے، اور اسے بہت غلط نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ پتہ نہیں ان کی فکر کا میزان و میعار کیا ہے۔ اور اس کی نظیر بعض ایشیائی ملکوں میں ملتی ہے کہ وہ جانوروں کو آپس میں لڑاتے ہیں،اور بعض کے بعض کو قتل کر دینے کی صورت میں لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اے اللہ! نعمت اسلام پر سب تعریف تیرے ہی لیے ہے۔

۳-جانور پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی ممانعت:

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز اللہ کے رسول ﷺ انصار کے باغات میں سے کسی ایک باغ میں داخل ہوئے، اسی دوران رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اونٹ آکر بلبلانے لگا اور اس کے آنکھوں سے اشک جاری ہوا، جب نبی ﷺ نے دیکھا کہ وہ کراہ رہا ہے اور اس کے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں، تو

رسول ﷺ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، پھر وہ رک گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس اونٹ کا مالک کون ہے؟“ ایک انصاری نوجوان آیا اس نے کہا: وہ میرا ہے، اے اللہ کے رسول! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَمَا تَتَّقِي اللهَ فِي هٰذِهِ الْبَهِيمَةِ الَّتِي مَلَّكَكَ اللهُ إِيَّاهَا، إِنَّهُ شَكَا إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُدْئِبُهُ». [أحمد: ٣/٢٧٤، رقم: ١٧٤٥، (صحيح)] ”کیا تم کو اللہ کا خوف نہیں کہ اس نے تمہیں اس چوپایہ کا مالک بنایا، اس نے مجھ سے یہ شکایت کی ہے کہ تم اسے پیٹ بھر کھانا نہیں دیتے، اور زیادہ بوجھ لاد دیتے ہو“۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ، فَأَعْطُوا الإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ، فَأَسْرِعُوا عَلَيْهَا السَّيْرَ». [مسلم: ١٩٢٦]

”جب تم لوگ شادابی اور ہریالی والی سر زمین پر سفر کروتو اس شادابی والی زمین سے اونٹ کا حق دو یعنی اسے چر لینے دو، اور جب تمہارا سفر قحط زدہ علاقے سے ہو تو اونٹ پر بیٹھ کر جلدی نکل جایا کرو“۔

اس حدیث کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں: حدیث کا مطلب ہے: جانوروں پر نرمی کا برتاؤ کرنا ہے، اور اس میں مصلحت کا خیال رکھنے کی ترغیب ہے اگر تم لوگ شادابی والی زمین سے سفر کرو، چال تھوڑا کم کردو اور اسے چھوڑ دو دن کے کچھ حصہ میں چر لے، اور دوران سفر بھی چر لینے دیا کیجئے تاکہ وہ چر کر زمین سے اپنا نصیب

حاصل کرلے، اور جب قحط زدہ علاقوں سے سفر کریں تو چال میں تیزی لائیں تاکہ منزل مقصود تک پہنچ جائیں اور اس کے پیٹ میں کچھ رسد باقی ہو، دھیرے دھیرے چلنے کی صورت میں اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے کیونکہ راستے میں چرنے کے لیے کچھ نہیں ہے تو وہ کمزور ولاغر ہوجائیگا اور بسااوقات تھک کر رک بھی سکتا ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ۱۳/۶۹)

۴-جانوروں کے چہرے پر جلا کر داغ لگانے کی ممانعت:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ سے گذرے تو ایک گدھے کے چہرے پر داغ کا نشان دیکھا اور فرمایا:

«لَعَنَهُ الَّذِي وَسَمَهُ». [مسلم: ۲۱۱۷] "اس کے چہرے پر داغ لگانے والے پر اللہ کی لعنت ہو"۔

افریقی ملکوں میں بعض ایسے قبائل ہیں جو اپنے بچوں کے چہروں کو جلا کر داغ لگاتے ہیں، اگر یہ جانورں کے چہروں پر لگانا حرام ہے تو یہ انسانوں کے حق میں کہیں زیادہ حرام ہے۔

۵- جانوروں پر بلا ضرورت بیٹھے رہنے کی ممانعت:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا ظُهُورَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ، فَإِنَّ اللهَ إِنَّمَا سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُبْلِغَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلاَّ بِشِقِّ الأَنْفُسِ، وَجَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ، فَعَلَيْهَا فَاقْضُوا حَاجَتَكُمْ». [أبو داود: ۲۵۶۷،

(صحیح)] ”اپنے چوپایوں کی پشت کو منبر بنانے سے بچو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے اس مقصد کے لیے مسخر کیا ہے کہ تم ان کے ذریعہ ان شہروں تک پہنچ سکو جہاں تک پہونچنا تمہارے نفس کے لیے کافی دشوار تھا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین بنائی ہے تو تم اس کے اوپر اپنی ضرورتیں پوری کرلیا کرو“۔

بلاضرورت دیر تک جانور پر بیٹھنے کی یہاں ممانعت بیان کی گئی ہے، لیکن معمولی وقت کے لیے بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر حجۃ الوداع کا خطبہ فرمایا تھا۔(مسلم:۱۲۱۸)

اسی بنا پر امام خطابی فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی سواری پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ کسی مقصد کے پیش نظر یا ایسے مقصد تک رسائی سطح زمین سے حاصل نہ ہو تو پھر اس مقصد کی برآوری کے لیے سواری کی پشت پر بیٹھنا مباح ہے ، حدیث میں اس کے اوپر گھر بنانے کی ممانعت ہے یا یہ کہ اس کی پشت کو کرسی بنالے اور اس کو تھکائے اور بے ضرورت اسے مارے۔ (معالم السنن فی ہامش مختصر سنن ابوداود:۳/۳۹۴-۳۹۵)

۶- جانور کے ذبح کے وقت اچھا برتاؤ کا حکم:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ؛ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا

الذِّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ». [مسلم: ۱۹۵۵]
"اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر حسن سلوک کرنا فرض قرار دیا ہے، تو جب تم قتل کرو تو اچھے انداز سے قتل کرو، اور جب تم جانور ذبح کرو تو اچھے انداز سے ذبح کرو، اور چاہیے کہ تم میں کا ایک اپنی چھری تیز کرلے ،اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے"۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنا پیر بکری کے چہرے کے اوپر رکھ کر دبائے ہوئے اپنی چھری تیز کر رہا تھا، اور بکری اسے اپنی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَفَلاَ قَبْلَ هَذَا؟ أَتُرِيدُ أَنْ تُمِيتَهَا مَوْتَتَيْنِ». "یہ اس سے پہلے کیوں نہیں کیا؟ کیا تم اسے دو بار مارنا چاہتے ہو؟" (الطبرانی فی المعجم الکبیر: ۳/۱۴۰/۱)، صحیح، الصحیحۃ: ۲۴)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ رَحِمَ وَلَوْ ذَبِيحَةَ عُصْفُورٍ رَحِمَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». "چھوٹی چڑیا کا ذبیحہ کیوں نہ ہو جس نے اس پر رحم کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر رحم فرمائے گا"۔(بخاری فی الادب المفرد: ۳۷۱، حسن، الصحیحۃ رقم: ۲۷)

یہ ایک اچھے خیالات کی عکاسی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بکری ذبح کروں اور میں اس پر رحم کرو؟ یا یوں فرمایا: میں بکری پر رحم کروں بایں طور کہ میں اسے ذبح کر رہا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَالشَّاةَ إِنْ رَحِمْتَهَا رَحِمَكَ

اللهُ، وَالشَّاةَ إِنْ رَحِمْتَهَا رَحِمَكَ اللهُ». ”اگر تم نے بکری پر رحم کیا تو اللہ تم پر رحم کرے گا، اگر تم نے بکری پر رحم کیا تو اللہ تم پر رحم کرے گا۔(مسند احمد:۲۴/۳۵۹، رقم الحدیث: ۱۵۵۹۲، صحیح)

جانوروں پر رحم کے متعلق وارد ہونے والی احادیث میں غور کرنے سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے:

۱- بے عقل جانوروں کے حق میں جب رحم کرنا واجب ہے تو وہ انسان جسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عزو شرف سے نوازا ہے اس کے حق میں رحم و کرم کا وجوب کہیں زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اور ہر حدیث کی دعوت جانوروں پر رحم کرنے اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ہے، تو یہ بدرجہ اولی انسانوں پر منطبق ہوتا ہے۔

۲- جانوروں پر رحم کے سلسلے میں یہ کامل منہج عظمت اسلام کو دوبالا کرتا ہے، اور لوگ جن تفاصیل کے ضرورت مند ہیں، مذہب اسلام اس کی باریک بینیوں کو اچھی طرح شامل ہے،ایک مسلمان کو شدید غم اس وقت دامن گیر ہوتا ہے جب ہم میں سے کچھ لوگ اس واضح محکم طریقوں سے انحراف کرنے لگتے ہیں، اور جانوروں پر نرمی و مہربانی کے سلسلے میں مغربی چلن کی تشہیر میں جٹ جاتے ہیں، گویا کہ وہ چلن قابل نمونہ ہے، یہ بے وقوفی، نفسیاتی شکست کے اثرات کا نتیجہ ہے جس کے گڑھے میں بعض نادان اور کم پڑھا لکھا طبقہ گر گیا۔

خاتمہ

یہ مختصر رسالہ تمام شعبہائے زندگی میں شفقت ومہربانی کی روح پیدا کرنے کی دعوت دیتا ہے،رحم وشفقت صرف صورت میلان یا چلتے پھرتے احساسوں ہی کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ایسی راسخ ومضبوط وصف ہے جو دل مسلم کو لبریز کرتا ہے۔ اس میں ہر خیر کو پیوست کرتا ہے۔ اسے ہر فرمانبرداری پر راغب کرتا ہے، اس کے لیے ہر عطیہ ونوازش کی طرف حرکت دیتا ہے،یہی نہیں اس کے تمام چھوٹے وبڑے تعلقات وتصرفات کو منظم کرتا ہے۔ وہ محروم ہی محروم ہے جو قساوت دل کا شکار ہوجائے، اور مصیبت زدہ کو دیکھ کر اس کی آنکھیں اشکبار نہ ہوں، اور غمزدہ کی مدد کے لیے اس کے دل میں جنبش پیدا نہ ہو۔

☆وہ سراسر محروم ہے جو یتیم کے سر پردست شفقت پھیر کر اس کی مٹھاس کی لذت سے محظوظ نہ ہو۔

☆اور اس کی بد نصیبی کا عالم کیا کہنا جسے خود غرض اور انانیت ہڑپ کر جائے کہ وہ جو اپنی ذات کی خاطر پسند کرتا ہے وہ اپنے بھائیوں کے لیے پسند نہ کرے۔

مالک بن دنیار فرماتے ہیں: سنگ دلی سے بڑھ کر بندے کی کوئی

سزا نہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی قوم پر ناراض نہیں ہوتا مگر ان کے دلوں سے رحم وشفقت کو چھین لیتا ہے۔ (تفسیر القرطبی:۱۵/۱۶۱)

دعوت رحمت: یہ دعوت معاشرے کو ربانی سانچے میں ڈھالنے کی دعوت ہے، اور مشفق ومہربان نبی کریم ﷺ کے علم وہدایت پر اس کی تربیت کی طرف دعوت ہے۔

☆ مادہ پرستی اور اس کے منہ سے ٹپکنے والی حقیر رال سے انسانیت کو بچانے کی دعوت ہے، بلکہ انسانوں کو انسانوں کی پرستش سے آزاد کرانے کی دعوت ہے۔

☆ دلوں کو نرم بنانے اور معاشرے میں شفقت ومحبت کی داغ بیل ڈالنے کی دعوت ہے۔

☆ سعادت مندی کے وسیع دروازوں والے میدان میں داخل ہونے کی دعوت ہے جیساکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ». "بدبخت سے ہی رحم چھینی جاتی ہے"۔

ان پاک بازوں کے علم ومعرفت سے ہدایت یاب ہونے کی دعوت جن کی خوبی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان حسین لفظوں میں بیان کیا ہے۔

﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾

[الفتح: ۲۹]

"محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں"۔

اللہ عزوجل کے اعلیٰ وبالا صفات اور اس کے حسین ناموں سے میں سوال کرتا ہوں کہ وہ بدبختی کی زندگی سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے، اور ہم پر اپنی رحمت سے رحم فرمائے اور اپنے فضل کی نعمتوں سے ہمیں سرفراز فرمائے،اور ہمیں صبر ورحمت کی وصیت کرنے والوں میں سے بنائے۔ آمین، وصلی اللہ علی محمد والہ وصحبہ وسلم

فہرست مضامین

تقریظ	7
مقدمہ	11
دین رحمت کی پہلی جھلک دعوت دین میں رحمت وشفقت اورمہربانی	17
دین رحمت کی دوسری جھلک تمام لوگوں کو شامل شفقت ومہربانی	33
دین رحمت کی تیسری جھلک باہمی معاشرتی رحمت وشفقت اورمہربانی	41
دین رحمت کی چوتھی جھلک خاندانی وعائلی شفقت و رحمت	115
دین رحمت کی پانچویں جھلک مخالفین کے ساتھ نرمی کا برتاؤ	149
دین رحمت کی چھٹی جھلک نافرمانوں (مجرموں) پر اقامت حدود میں رحم وشفقت	175
دین رحمت کی ساتویں جھلک جانوروں پر نرمی کا برتاؤ	191
خاتمہ	203

IslamHouse.com

IslamHouseOr IslamHouseOR/ islamhouse.com/or/

IslamHouseOr/

For more details visit
www.GuideToIslam.com

GUIDE TO ISLAM

contact us :Books@guidetoislam.com

GuidetoIslam.org Guidetoislam1 Guidetoislam www.Guidetoislam.com

المكتب التعاوني للدعوة وتوعية الجاليات بالربوة

هاتف: ٩٦٦١١٤٤٥٤٩٠٠+ فاكس: ٩٦٦١١٤٩٧٠١٢٦+ ص ب: ٢٩٤٦٥ الرياض: ١١٤٥٧

ISLAMIC PROPAGATION OFFICE IN RABWAH

P.O.BOX 29465 RIYADH 11457 TEL: +966 11 4454900 FAX: +966 11 4970126

دین رحمت کی چند جھلکیاں

کتاب "رحمت و شفقت کی چند جھلکیاں" کے مؤلف شیخ احمد بن عبد الرحمن الصویان ہیں، اس کتاب میں دین کی نشرواشاعت اور تبلیغ میں نرم روی اختیار کرنے کو اجاگر کیا گیا ہے، اور دین کی رحمت و شفقت تمام لوگوں کو شامل ہے، اور اسی طرح معاشرتی نرمی بھی دین اسلام کا ایک اہم عنصر ہے، نیز اس کتاب میں محبت، اور رعایا کے ساتھ شفقت برتنے کی ترغیب دی گئی ہے، اور عفو ودر گذر کرنے کی دعوت دی گئی ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دہشت گردی اور قتل و غارت گری کی تہمت لگانے والوں پر انتہائی سلیقہ مندی اور علمی انداز میں تردید کی گئی ہے، اور تمام واقعات کی روشنی میں آپ کو سارے جہان کے لئے رحمت بن کر آنے کی وضاحت کی گئی ہے۔

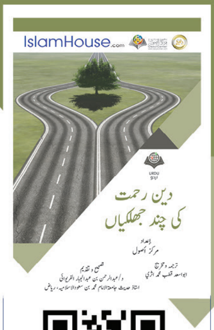

IslamHouse.com
Osoul Center
www.osoulcenter.com